قال اللہ تعالیٰ

تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا

یہہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدین ہین پس انسے آگے مت بڑھو

تنقیح حقوق نسوان

صیانۃ الایمان

عن بعض ما فی حقوق نسوان

جسکو

مولوی سید عبد الغنی صاحب عظیم آبادی بہاری

ملازم سرکار ابد قرار ریاست آصفیہ دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن نے تصنیف کیا

مطبع روز بازار امرتسر مین

جنرل الکبتین ایجنسی

منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع

کے اہتمام سے چھپی

فہرست کتاب تنقیح حقوق نسوان

اور

صیانت الایمان

مضمون	صفحہ

الحمد لله رب العلمين وصلواته وسلامه على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين ط

جب کوئی قوم ایک عرصہ دراز تک کسی دوسری قوم کی محکوم و مطیع رہتی ہے تو اوسکے طبایع و قوائے بہی غیر محسوس مگر یقینی طور پر تدریجاً اسکے فرمانبردار و منقاد ہو جاتے ہین اوسکو اپنے کمال بہی نقصان اور اپنی خوبیان بہی برائیان اور اسکے عیب بہی ہنر اور بدیان بہی نیکیان دکہائی دینے لگتی ہین۔ قوم حاکم کی ہر ادا چاہے وہ کیسی ہی بہونڈی اور بدنما کیون نہو محکوم کی آنکہون مین ہزار قسم کی دلفریبیان اور اوسکی ہر روش گو وہ حد درجہ کی کج اور بیہودہ ہی کیون نہو اسکی نظرون مین بے انتہا دلربائیان رکہتی ہے۔ صاحب اقبال کی ہر رفتار۔ گفتار و کردار تہذیب و شائستگی کا سرمایہ اور اقبال و نصرت کا ذریعہ سمجہا جاتا ہے۔ اور صاحب ادبار کی ہر چال۔ سارے افعال اور عمدہ حال بہی وحشت و حیوانیت کا نمونہ اور ادبار و مذلت کا زینہ خیال کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ غالب کی ہر شئے غالب اور مغلوب کی ہر شئے مغلوب ہو جاتی ہے یہانتک کہ اونکے رسوم قبیحہ اور خصائل مذمومہ بہی انکے نزدیک پسندیدہ اور بلائق تقلید ہو جاتے ہین۔

یہ ایک قدرتی قانون ہے اسکے اثر سے کوئی ملک و ملت کبہی محفوظ رہی ہے نہ رہ سکتی ہے پہر ہمارا ہندوستان نکبت نشان اس سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تہا۔ آجکل یہان بہی ہر طرف یہی ہو اچل رہی ہے

اور ہر در و دیوار سے ایسی ہی مغلوبیت و محکومیت کی صدائین آ رہی ہین۔ بہت سے مخربان قوم مصلحان قوم
کے بھیس لباس مین جلوہ گر ہو گئے ہین۔ اور بے سوچے سمجھے صرف نقل و تقلید سے قابل فخر و سرمایہ ناز
یادگارون اور عمارتون کو ڈھانے اور نیست و نابود کر دینے کی کوششین کر رہے ہین۔ ہمارا ہرگز یہ دعوے
نہین ہے کہ ہم مین کوئی برائی نہین ہے۔ یا ہماری سب باتین عمدہ ہین۔ بیشک ہماری قوم مسلمان مین
(کیونکہ میرا روے سخن اوسی کی طرف ہے) بہت سی باتین مرور زمانہ سے ایسی پیدا ہو گئی ہین جنکی اصلاح کی
ضرورت ہے۔ لیکن اس مین بہی کوئی کلام نہین کہ ہم مین من حیث القوم اور من حیث المذہب
بہت سی ایسی باتین ہین جنپر دنیا کی ہر قوم ہر حالت مین فخر و مباہات کر سکتی ہے۔ اور جن سے عمدہ ہونا ممکن
نہین ہے۔ وہ باتین کونسی ہین؟ اصل مذہب۔ قرآن مجید۔ اور عورتون کی حالت ......

مذہب سیدھا سادہ تو ایسا کہ ایک جاہل جنگلی گنوار۔ اکھڑ آدمی کی بہی سمجھ مین آ جائے اور اعلے
و کامل اس درجہ کا کہ بڑے بڑے حکما و فلاسفر کو پوری تشفی و اطمینان ہو جائے۔ قرآن مجید کی کیا
تعریف کیجائے۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ساری دنیا کی الہامی و مذہبی کتابون مین اپنی
نظیر آپ ہے۔ کسی آسمانی کتاب کو یہ بات نصیب نہین۔ تحریف لفظی کا تو کیا ذکر اختلاف نسخ سے بہی محفوظ
اسناد صحیحہ متواترہ کے ذریعہ سے صاحب وحی والہام سے متصل۔ فصاحت و بلاغت مین معجز۔ تیرہ سو
برس سے ساری دنیا مین تحدی کا اعلان دیتے ہوئے۔ اور ہر زمانہ کے مخالفون کو فَاْتُوا بِسُوْرَةٍ
مِّنْ مِّثْلِهٖ کہکر للکارتے ہوئے۔ عورتون کی حالت بہی ایسی عمدہ و بہتر کہ جن ملکون کی شائستگی
و تہذیب کی آج لوگ قسمین کہاتے ہین اور جنکی تقلید کو ہمارے مصلحان قوم اصل اصول ترقی جانتے ہین
اونکے یہان خواب و خیال مین بہی ایسی حالت کا وجود نہین ہے سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور
جیسے خاندانی شریف۔ تجربہ کار۔ قوم کے سچے غمخوار و غمگسار کا وہ جملہ جو اوس مرحوم نے خواتین پنجاب
کے ایڈریس کے جواب مین کہا تہا کہ "اگرچہ ہم مین اب جنیدؒ و شبلیؒ جیسے اولیا و صلحا نہین
رہے ہین لیکن ہماری عورتون مین اب تک بہت سی رابعہ بصریؒ موجود ہین" بے شک و شبہ ہماری
عورتون کی حالت کا پورا خاکہ اور اونکی بے مثل عفت و پارسائی کا سچا نقشہ ہے۔ اور آجتک ہمارے
کانون مین گونج رہا ہے۔ اور اس سولہ سترہ سال کے عرصہ مین ہزارون بار ہماری زبان پر جاری ہوا
اور سیکڑون مرتبہ محک امتحان پر کسا گیا ہے۔ اوسی مرحوم نے ایجوکیشنل کمیشن کے سامنے اپنے اظہار

مذہب بہی

مین عورتون کی تعلیم کے بارہ مین کہا تھا کہ کسی قوم وملت مین نہین دیکھا گیا ہے کہ عورتون کے ذریعہ سے ترقی ہوئی ہو جیسے جیسے مرد ترقی کرتے جائینگے اپنی عورتون کی حالت خود درست کرلین گے۔ اور الگزنڈر رسل وب صاحب امریکن نے بمبئی مین اپنے لکچر مین کہا تھا کہ یورپ و امریکہ مین اگر اسلام کیسے پردہ اور تعدد ازدواج کا رواج ہوتا تو آج وہان اس قدر فواحش ہرگز نہ ہوتے۔

لیکن ہندوستان کی نئی پود ان تینون ہرے بھرے باغون کو اوجاڑنا اور زاغ و زغن کا نشیمن بنانا چاہتی ہے۔ کوئی دبی زبان سے یہ زمزمہ سنجی کر رہا ہے کہ مذہب اسلام ہی ترقی کا مانع ہے کوئی قرآن کی معنوی تحریف پر تلا ہوا ہے۔ تو کوئی عورتون کی آزادی کا گیت گا رہا ہے۔ کوئی انگلستان کی سوسائٹیون سے جو لطف صحبت اوٹھاکر اور غیرون کی بہو بیٹیون سے دلچسپیان حاصل کرکے آیا ہے تو ہندوستان مین بھی ویسی ہی صنم خانے اور اوسی روش کے دلچسپ منظر ہر کوچہ و برزن مین قائم کرنے کی فکر مین لگا ہے۔ کوئی یورپین لیڈی سے شادی کرکے تعدد ازدواج کو قرآن سے ناجائز ثابت کرنے پر آمادہ ہے۔ تو کوئی دوسری بی بی کے جور و ستم سے تنگ آکر اور کوئی پادریون اور عیسائیون کے بے سروپا اعتراضون سے ڈر کر دوسرون کا ہمصفیر بنگیا ہے حقیقی اور ضروری اصلاحون سے تو آنکھین بند کر لی ہین اور جھوٹی اور فروعی باتون پر بے فائدہ کی چیخ لگا رکھی ہے۔ قوم کی سچی غمخواری و غمگساری کا ایک بول بھی ان دعویداران اصلاح قوم کی زبان سے نہین نکلتا۔ اور اصلی و واقعی چارہ سازی مین ایک نغمہ بھی انسے گایا نہین جاتا ؎

یہہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح ؛ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا۔

اگر یہی لیل و نہار ہے اور ایسے ہی لوگ اسلام کے مصلح و غمگسار ہین تو پھر ہندوستان مین اسلام کا صرف نام ہی نام رہجائے گا ؎ گر یہی ہے باغ عالم کی ہوا۔ شاخ گل اک روز جھونکے کھائیگی۔

مسلمانون مین اس وقت جتنی اخلاقی و تمدنی برائیان پائی جاتی ہین وہ سب کی سب صرف دو عنوانون کے تحت مین آسکتی ہین۔ قدیم و جدید۔ قدیم برائیان وہ ہین جو ہمین ہندوستان کی غیر قومون کے میل جول سے آگئی ہین۔ اور جدید وہ جو مغربی شائستگی کے بعض دلفریب کرشمون کا نتیجہ ہین۔ دونون کا منشاء و مبنیٰ ایک ہی شئے یعنی نقص تعلیم یا یون کہو کہ اپنے مذہب سے ناواقفیت ہے۔ قدیم برائیون کے باعث ہم ہزارون رسوم قبیحہ کے زنجیرون مین جکڑے ہوئے اور اسلام کی دینی

دونیوی برکتون سے محروم رہے ہین۔ اور جدید برائیون کے باعث ایسے آزاد ہو گئے ہین کہ دین و مذہب ہی تقویم پارینہ خیال کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت مین مسلمانون کی حقیقی و واقعی اصلاح ہو نہین سکتی ہے جبتک اونکی تعلیم کے ذرائع انکے معلم اور انکے نصاب درست نہ ہون۔

ھہ اول تعلیم و تربیت کی اصلاح و درستی سے فروع و آثار و متعلقات خود بخود درست ہو جاتے ہین جبتک سبب کا ازالہ نہ ہوگا۔ عوارض و لواحقات کا مٹانا کوئی فایدہ نہین دیگا۔ اسی لئے جن بزرگان قوم نے اسکو سمجہا ہے وہ مسلمانون کی اصلاح تعلیم کیطرف خود بھی جان و دل سے مصروف ہین۔ اور ساری ہندوستان کو اسی کی طرف توجہ دلا رہے ہین۔

لیکن بہت سے لوگ آجکل اصلاح قوم کے میدان کو بہت آسان گذار اور اپنے لئے دلچسپ و نفع رسان سمجہکر اِس مین گام فرسا ہین۔ مگر کمبخت قوم کو بجائے فایدہ کے بالارادہ نہ سہی نادانستگی و نیک نیتی ہی سے نقصان عظیم پہونچا رہے ہین۔ اور اصلی و واقعی بیماری کی تحقیق و تشخیص کیطرف مطلق توجہ نہین کرتے۔ اور بلا نصیب قوم زبان حال سے چلا چلا کر کہہ رہی ہے ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من۔ + وز درون من نجست اسرار من۔

اِنہین لوگون مین سے ایک مولوی **سید ممتاز علی** صاحب سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب اور حال مالک مطبع رفاہ عام لاہور ہین۔ جنہون نے بالفعل رسالہ **حقوق نسوان** چہاپکر شایع فرمایا ہے اس رسالہ مین بعض باتین اچھی اور گو تلخ ہون لیکن سچی بھی ہین لیکن بدیہیات کے انکار اور قرآن مجید کی تفسیر بالرائے اور کہلی ڈہلی تحریف معنوی نے اس کتاب کو بالکل ساقط الاعتبار کر دیا او مصنف کی نصف مزاجی کو معرض بحث مین ڈالدیا ہے۔ اور ونکی توہین کہتا نہین مگر سب سے دل کو اس کتاب کی جس بحث نے سخت صدمہ پہنچایا وہ ابطال تعدد ازواج کی بحث ہے۔ دس گیارہ سال کا عرصہ ہوا کہ مین نے اس بحث کو پہلے پہل کسی قدر علمی پیرایہ مین **محصنات** مشہور بہ فسانہ مبتلا مین دیکہا تہا لیکن چونکہ اُس مین بالکل سلسلہ ربط و غیر منفصل طور پر ختم کر دیگئی اور اک ناول مین ضمنًا لکہی گئی تھی اس سبب سے مین نے خیال کیا کہ کوئی پڑہا لکہا آدمی اس سے ہرگز دہوکا نہ کہائیگا۔ پھر مینے اسی مسئلہ کو مسٹر جسٹس امیر علی کی **اسپرٹ آف اسلام** مین دیکہا۔ اس تحریر کو بھی مین نے چندان قابل التفات نہین سمجہا۔ اسلئے کہ اولًا جسٹس ممدوح نے خود لکہہ دیا ہے کہ مین مذہبًا معتزلہ ہون۔ اور ثانیًا وہ اسلام کی اصلی کتابون پر جو عربی زبان مین ہین

کامل دسترس نہین رکہتے۔

لیکن مولوی سید ممتاز علی صاحب نے تو غضب ہی ڈہایا۔ باوجود عربی دانی و وسعت نظر کے اس بے اصل و بے بنیاد مسئلہ کو حتی الامکان سچائی کا لباس پہنایا اور عوام الناس کو یہ باور کرانا چاہا کہ اسلام مین شاید اس مسئلہ کا بہی وجود ہے۔ اور جہانتک مس پر ملمع ہو سکتا تہا اونہون نے قصور نہین کیا۔ تاہم اس اعتبار سے کہ اگر مولوی سید ممتاز علی صاحب اس بحث کو پورے طور سے علمی میدان مین نہ لاتے تو بہتیرے لوگون کی توجہہ اسکی طرف ہرگز مائل نہ ہوتی۔ ہمکو اونکا ممنون و شکر گزار ہونا چاہئے انہین کی عالمانہ تحریر کو اس ہیچمدان نے دیکہکر اور یہہ خیال کرکے کہ ؎

خاک سے گر بگولہ اک عیان ہونیکو ہے ❊ یہہ غبار ناتوان بہی آسمان ہونیکو ہے

دل لگی ہی دل لگی مین ایک ایسا مسئلہ جو صرف بے دین ولا مذہب یورپ کی تقلید پر مبنی ہے اور محض محکومیت و مغلوبیت کے اثر سے پیدا ہوا ہے اور جسکے بطلان پر اسلام کے چہوٹے بڑے کل فرقے بلاکسی استثناء کے متفق اللفظ و متحد الخیال ہین۔ اس زمانہ کی زہریلی ہوا کے اثر سے کم فہم مدعیان اصلاح کی آبیاری سے جڑ پکڑنا چاہتا ہے۔ ہندوستان مین زبان عربی اور علوم دینیہ کی تحصیل کا خاتمہ ہوچکا ہے معدودے چند علما یادگار سلف محض تبرک کے طور پر باقی رہ گئے ہین اور جہانتک نظر جاتی ہے آیندہ سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے۔ ہر طرف انگریزی ہی کی تعلیم و تعلم کا چرچا ہے۔ اور وہ بہی اوہوری۔ اوریک رخی۔ مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب۔ کا سچا نقشہ ہے۔ قرآنی سایر کو خود قرآن مجید سے سمجہنے والے الشاذ کالمعدوم کے حکم مین ہین اور اسی وجہ سے بے سروپا تاویلون اور یہود و نصاریٰ کیسی صاف و صریح تحریفون پر جرأت زیادہ ہوگئی اور ہوتی جاتی ہے۔
رسالہ حقوق نسوان کی تین بحثون پر جنکو نفس قرآن مجید سے تعلق ہے شرح و بسط کے ساتہ اس رسالہ مین گفتگو کی ہے اور بعض دوسرے مباحث پر علی سبیل الاختصار والاجمال۔ اور ایک مقدمہ اور تین فصلون پر اوسکو ترتیب دیکر صیانۃ الایمان عن بعض ما فی حقوق نسوان نام رکہا۔ اس ناچیز کوشش مین حتی الوسع پوری تحقیق و تنقید سے کام لیا گیا ہے۔ اور کوئی جواب محض نقل و تقلید سے نہین دیا گیا نہ کوئی امر تعصب و سخن پروری سے درج کیا گیا ہے۔ اہل نظر و صاحب بصیرت سے امید ہے کہ اپنی کریم النفسی و فیاضی سے اس کتاب کو مضامین کے لحاظ سے جانچین اور صرف اس خیال سے کہ

فلان شخص نے لکھی ہے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں ~

لا یحقرن الرای وهو موافق لذلك هو اجل شیٔ یقتنی	حکم الصواب اذا اتی من ناقص ما حط قیمته هوان الغائص

اگر اس میں کوئی بات خوبی کی نظر آوے تو اوسکو مبدء فیاض کی طرف سے سمجھیں ورنہ میں اپنی ہیچمدانی کیجمج زبانی پر خود گواہ ہون وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَکِیْل۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ ط

اکتوبر ۱۸۹۸ع - حیدرآباد دکن
صانہا اللہ عن الشر و الفتن

سیہ نامہ
عبد الغنی عفی اللہ عنہ
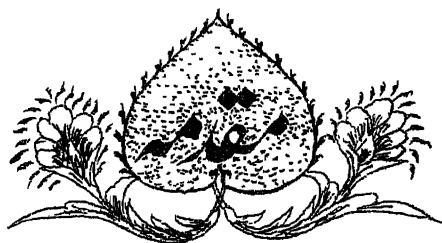
مین دیباچہ مین لکھہ چکا ہون کہ "رسالہ حقوق نسوان" مین اگر کلام مجید کے ساتھہ قابل اعتراض سلوک نہ کیا جاتا اور ابطال تعدد ازواج کی بحث نہ ہوتی تو مین اس کتاب سے گو وہ کیسی ہی ہوتی مطلق تعرض نہ کرتا کیونکہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ تحریری مباحثے بہی مناظرہ سے مکابرہ. مکابرہ سے مجادلہ ہو جاتے ہین۔ اور آخر کار لعن طعن بلکہ گالی گلوچ پر ختم ہوتے ہین لیکن جب ان دو امرون کی وجہ سے اس کتاب کو غور کی نظر سے دیکہنے کا اتفاق ہوا تو علاوہ ادن بحثون کے جو تفصیل کے ساتھہ آیندہ درج ہین. بعض امور کو مقدمہ کے تحت مین درج کر دینا ضروری معلوم ہوا۔

فضیلت رجال کی اجمالی بحث

واضح رہے کہ مرد اور عورتین دونون ایک ہی نوع کے دو حصے ہین اس سبب سے باعتبار ماہیت کے تو دونون مین کوئی فرق ہو ہی نہین سکتا۔ ورنہ ایک نوع کے تحت مین داخل ہی کیون ہوتے۔ دونون حیوان ناطق اور دونون قوائے جسمیہ و عقلیہ کے مجموعے ہین. لیکن دونون مین تفاوت بہی ایسا صاف و نمایان ہے کہ منکرین بداہت کے سوا کوئی شخص اوس سے انکار نہین کر سکتا۔ اکثر عورتین باعتبار مردون کے جس طرح سے کہ قوائے جسمانیہ مین جو قوائے عقلیہ کے مرکب ہین کمزور۔ نازک اور اسی وجہ سے سخت محنت و مشقت کے کامون کے لئے ناقابل ہوتی ہین۔ اوسی طرح قوائے عقلیہ مین بہی کمزور اور ضعیف ہوتی ہین جنکے باعث اعلےٰ مدارج عقلیہ و علمیہ حاصل نہین کر سکتین۔ اور جیسا کہ قوائے جسمانیہ کا تفاوت اعلےٰ و ادنےٰ دونون کے حیوانیت مین شریک رہنے کا مخل نہین ہے ویسا ہی قوائے عقلیہ کا فرق دونون کے انسانیت مین داخل رہنے کا مانع نہین ہے۔ آسٹریلیا۔ کیپ۔ اور ولایت کے پیلتن گہوڑے بہی اوسی نوع مین شامل ہین جس مین جاوا۔ برہما۔ اور بہوٹان کے یابو۔ اور حضرت موسیٰ

عیسیٰ و محمد علیہم السلام - اور جالینوس اوقلیدس و فیثاغورس وغیرہم مین بہی وہی نفس ناطقہ و قوائے عقلیہ تہے جو ہر آدمی مین ہوتے ہین - مگر ایسے لوگون کی فوقیت کا علم تشریح سے پتہ لگایا جاسکتا ہے نہ انکار ہوسکتا ہے -

مصنف رسالہ نے جو عقلی بحثین تردید دلایل عقلیہ کے عنوان مین لکہی ہین سب کے سب چند مغالطون پر مبنی ہین -

پہلا مغالطہ یہ ہے کہ مجموعی فضیلت اور افرادی فضیلت مین خلط مبحث کیا گیا اور دونون کے فرق کا لحاظ نہین رکہا گیا ہے - مردون کی فضیلت کے یہہ معنے ہرگز نہین ہین کہ ہر ایک مرد ہر ایک عورت سے افضل ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ چونکہ نوع انسان کے صنف ذکور مین سے اکثر افراد صنف اناث کے اکثر افراد سے افضل ہین - اسلیے صنف اول صنف ثانی سے افضل ہے - مثلاً یہہ جو کہا جاتا ہے کہ پنجاب کے سکہ بنگالیون سے قوی و بہادر ہوتے ہین تو اوسکے یہہ معنی ہین کہ سکہون مین سے اکثر فرد سے قوت و بہادری مین زیادہ ہین - یا یہہ جو واقعہ ہے کہ انگلستان والے ہندوستانیون سے علم و دولت مین زیادہ ہین تو اس سے کوئی عقل والا یہہ نہین سمجہتا ہے کہ انگلستان کے خدمتگار - سائیس اور بہنگی بہی ہندوستان کے بی اے - ایم اے - سے علم مین اور متہرا و بنارس کے مہاجنون اور سیٹہون سے دولت مین بڑہے ہوئے ہین - ایسے ہی کلیون کے بارہ مین انگریزی کا یہہ مقولہ ہے کہ استثنا ہی خود قاعدہ کا ثبوت ہوتا ہے - پس مفضل علیہ کے تہوڑے سے ایسے فردون کا پایا جانا جو مفضل کیسی مابہ النزاع خوبیان رکہتے ہون ایسے کلیہ کو توڑ نہین سکتا -

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ فرقہ ذکور و اناث کے تقابل مین اس اصول کا خیال نہین رکہا گیا ہے کہ جہانکہین ایک صنف یا گروہ کا مقابلہ دوسرے صنف یا گروہ سے کیا جاتا ہے تو دو ہی صورتین صحیح مقابلہ کی ہوسکتی ہین - یا تو مجموعہ کو مجموعہ کے مقابلہ مین دیکہا جاوے - یا اگر فرد فرد کا مقابلہ کیا جائے تو ہر ایک صنف و گروہ مین سے ایسے ہی افراد لیئے جائین جن مین سے ہر ایک صفت متنازعہ فیہا کے سوا کل امور مین برابر ہون - مثلاً امہات المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض اور حضرت عایشہ صدیقہ رض اور حضرت خاتون جنت رض رضی اللہ عنہن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - جناب علی رض کرم اللہ وجہہ - اور حضرت صدیق رض کے مقابلہ مین دیکہنا چاہیئے نہ کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہما کے - اور رابعہ بصریہ رض و میمونۃ السوداء

کو حضرت جنیدؒ و شبلیؒ سے ملانا چاہیئے نہ کہ نمرود و فرعون سے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ افغانستان و ترکستان کی عورتون کا مقابلہ وہین کے مردون سے کرنا چاہیئے نہ کہ بنگالہ اور شمالی افریقہ کے مردون سے۔

تیسرا مغالطہ جس سے مصنف رسالہ نے اپنے جوابات مین بہت کام نکالے اور جسکو بار بار مختلف لفظون مین ذکر کیا ہے یہ ہے کہ مردون اور عورتون کی قوت جسمانی و دماغی دونون کا فرق خلقی و فطری نہین ہے "بلکہ خاص خاص قسم کے تمدن و معاشرت نے ہزارہا صدیون کے بعد اس قدر فرق پیدا کر دیا ہے۔ جیساکہ مختلف اقوام مین اس قسم کے عارضی فرق امتداد زمانہ سے پیدا ہوگئے ہین"۔ ادنےٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قول بالکل دہوکا ہے اور سچائی سے کچھہ علاقہ نہین رکھتا۔ اسلئے کہ

اولاً یہہ کہنا اُس وقت صحیح ہوتا جبکہ صدیون سے برابر وہی عورتین بعینہا و شخصہا باقی رہتین اور توالد و تناسل کے ذریعہ سے اونکا تجدد نہ ہوا کرتا یا صرف عورتون ہی سے عورتین پیدا ہوا کرتین۔

ثانیاً یہ قول دنیا کے اقوام و ملل کی تواریخ سے چشم پوشی پر مبنی ہے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخین صاف بتا رہی ہین کہ جتنی قومین مختلف زمانون اور مختلف ملکون مین ترقی کے میدان مین آئین سب ہین زمانہ وحشت مین ذکور و اناث ایک طور پر رہتے۔ ایک ہی آب و ہوا مین پلتے۔ ایک ہی سی غذائین کہاتے اور ایک ہی سی زندگی بسر کرتے رہے اور جب اونکو قدرت نے تہذیب و ترقی و ترفع کا موقع دیا تو مردون ہی نے ترقیان کین اور اونہین نے اپنے زمانہ کے علوم و فنون صنعت و حرفت اور ایجاد و اختراع مین سرفرازی کا عَلَم بلند کیا۔ اور جو قومین کہ اس وقت تک وحشت و بہیمیت کی حالت مین ہین اون مین بہی مردون اور عورتون کی طرز زندگی و معاشرت مین کوئی فرق نہین ہے۔ ساری دنیا تو درکنار کسی ایک مُلک کی بہی تاریخ نہین بتاتی ہے کہ عورتین "ہزارہا صدیون" سے ایسی حالت مین رکہی گئی ہین جس سے اونکے قوائے جسمانیہ و دماغیہ ایسے کمزور ہو گئے ہین۔

ثالثاً مختلف اقوام مین امتداد زمانہ سے عارضی فرق کے پیدا ہو جانے پر عورتون اور مردون کے امتیازی فرق کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور نفس الامر کے خلاف ہے۔ قوم مین مرد اور عورتین دونون داخل ہین۔ اور جب دونون کے قوائے جسمانیہ و عقلیہ یوماً فیوماً گہٹتے بڑہینگے

تو اونکی اولاد بھی نسلاً بعد نسل اوسی طرح تنزل و انحطاط مین آتی جائیگی۔ لیکن اگر کسی ملک یا قوم کی صرف عورتون ہی کے قوا مین خاص طور کر معاشرت و تمدن کی وجہ سے بہ امتداد زمانہ فرق آ جائے گا اور مردون کے قوا اپنی حالت پر رہین گے یا ترقی کرتے جائینگے تو عورتون کا انحطاطی اثر یا تو مردون کے اثر سے برابر مٹتا اور جبر نقصان ہوتا رہیگا یا اگر بالکلیہ نہ مٹیگا تو اولاد ذکور و اناث دونون پر یکسان ہوگا۔ اسکے کوئی معنے نہین ہین کہ عورتون کا اثر صرف اولاد اناث پر ہوا کریگا اور اولاد ذکور اوس سے محفوظ رہیگی۔ اور اگر باوجود مساوی اثر کے بھی ذکور و اناث کے قوا مین فرق باقی رہے تو یقینی طور پر یہی نتیجہ نکلے گا کہ وہ فرق و امتیاز دونون مین بدو خلقت ہی سے ہے نہ کہ عوارض و توارث سے ہے۔

رابعاً۔ اگر واقعیت و تواریخ سے قطع نظر کرکے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امتداد زمانہ سے ہر قوم و ہر ملک کی عورتون کے قوا جسمانیہ و عقلیہ مردون کے اعتبار سے کم ہو گئے تو جیسا کہ گذشتہ اور موجودہ قومون کی حالتین ہمین بتا رہی ہین کہ وہی قومین جو کسی زمانہ مین نہایت وحشت و بہیمیت و انحطاط و تنزل کی حالت مین رہی تہین جب انقلاب زمانہ سے اونکو موقع ملا تو ترقی کے اعلے مدارج پر پہونچ گئین۔ مگر آجتک کسی ملک و ملت کی عورتون مین نہین دیکھا گیا کہ مردون کے برابر آزادی حقوق و تعلیم حاصل ہونے پر بھی اوسی قدر کم مردون سے قوائے جسمانیہ و عقلیہ کے آثار و نتائج مین پہلو بہ پہلو بھی رہی ہون یا گوئے سبقت لیجانا تو کجا۔ جس زمانہ سے کہ یورپ و امریکا مین عورتون کو پوری آزادی اور مساوی نہین بلکہ فوقیت کے حقوق حاصل ہوے ہین اور مردون کے برابر تعلیم دینے کا رواج ہوا ہے اوسی زمانہ کو انصاف کی نظر سے دیکھو تو وہان کے مردون کے مقابلہ مین عورتون کی ترقیان وہی نسبت رکہتی ہین جو پہلے رکہتی تہین۔ عورتون مین سے امریکا مین نہ کوئی واشنگٹن فرانس مین نہ کوئی گیمبٹیا جرمنی مین نہ کوئی بسمارک اور انگلستان مین نہ کوئی گلیڈ اسٹین پیدا ہوئی۔ امریکا فرانس و جاپان کی سلطنتین پوری جمہوری ہین اسکے ارکان سلطنت وزرا و پریذیڈنٹ (امیر الامرا مجلس) صرف انتخاب و غلبہ آرا کے اصول سے مقرر ہوتے ہین۔ مگر آجتک ایک عورت بھی پریذیڈنٹ و وزرا کا تو کیا ذکر رکن سلطنت بھی منتخب نہ ہوئی۔ اسکے جواب مین ہمارے عنایت فرما مولوی سید ممتاز علی صاحب فوراً یہی کہینگے کہ ظالم۔ غاصب اور ہٹ دہرم مرد انتخاب فرقہ اناث کے

سدِ راہ ہین۔ لیکن جس طرح سے کہ مرد بزور سیف وقلم اپنے حقوق حاصل کرتے آئے ہین اونہون نے بہی اوسی طرح سے اپنے حقوق کیون نہین حاصل کیئے۔ سو پچاس سال کی آزادی تمام قوائے جسمانیہ وعقلیہ کی تکمیل و تقویت اور تلافی مافات کے لیئے بہت کافی ہے۔

صنف ذکور کا قوائے عقلیہ و نظریہ مین من حیث الصنف افضل و اعلےٰ ہونا ایک ایسا صاف وبدیہی مسئلہ ہے کہ اوس مین بحث کرنا بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

"ولیس یصح فی الاذھان شیئٌ ۔ اذا احتاج النھار الی دلیل"

دنیا کے تمام علوم۔ فنون۔ ایجادات۔ اختراعات غرض ہر قسم کی علمی عملی۔ روحانی و مادّی ترقیون کو دیکہو تو بلا استثنا ہر ایک مین مردون ہی کا تقریباً پورا حصہ ہے۔ اور عورتون کی شرکت کا اُسی قدر جلوہ نظر آتا ہے جس قدر کہ کلی استقرائی کے مستثنیات کا اوس کلی کے اثبات کے لئے۔ دور کیون جاؤ اسی اونیسوین صدی کی اون ترقیون اور ایجادون کی لمبی فہرست کو دیکہہ جاؤ جو بقید سنہ تاریخ و نام موجدان سائکلو پیڈیا مین موجود ہے اور بتاؤ کہ اتنی حیرت انگیز ایجاد اور ایسی تعجب خیز ترقیان قوائے عقلیہ و دماغیہ کے کمال کے نتیجے ہین یا نہین۔ اور ان سے مردون کی فوقیت و فضیلت ثابت ہوتی ہے یا نہین۔

اِس زمانہ مین جبکہ بقول مصنف رسالہ "سب سے بڑہکر طاقت علم کی ہے اور علم ہی والے جاہلون پر حکومت کرنیکا حق رکہتے ہین اور اصلی سچی فضیلت کے مستحق ہوسکتے ہین" تمام دنیا پر نظر دوڑاؤ تو معلوم ہوجائے گا کہ امریکا۔ جاپان و فرانس کی کامل جمہوری اور انگلستان۔ جرمنی وغیرہما کی ادہوری جمہوری و محدود شخصی سلطنتون مین اصلی عنان حکومت مردون کے ہاتہہ مین ہے یا عورتون کے۔ اور پہر وہ غیر محدود شخصی سلطنتین جو مذکورہ بالا دونون قسمون کی سلطنتون کا جواب کلہ بہ کلہ اور ترکی بہ ترکی دیتی ہین اونکے اصحاب حل و عقد اور نفوس ناطقہ کون ہین مرد یا عورتین۔

موجودہ زمانہ کے لحاظ سے جس طور سے کہ بشرط حصول مواقع۔ دنیوی عقل۔ فہم۔ فراست وعلوم کسبیہ کا غائیت کمال یہ ہے کہ کوئی اعلےٰ درجہ کی قوم محض اپنی رضامندی و ذاتی رائے وخواہش سے صفات مذکورہ کے شخص کو اپنا مالک رقاب و صاحب تاج بنالے اوسی طور سے دینی عقل

؎ جب روز روشن پر دلیل لانے کی ضرورت پڑے تو کوئی چیز صحیح ہو ہی نہین سکتی ہے ۱۲

روحانی قابلیت اور علوم وہبیہ کا اعلےٰ ترین معراج یہ ہے کہ خداوند جل وعلا خالق ارض وسما ان صفات والے شخص کو نبی ورسول برحق اور اپنا نائب مطلق بنائے - یا یون کہو کہ خداوند تعالیٰ جس شخص کو اول قسم کے صفات مرحمت کرتا ہے اوسکو بادشاہ بناتا ہے اور جسکو دوسری قسم کے اوصاف عطا فرماتا ہے اوسکو نبی ورسول بناتا ہے - اور اس وقت تک کا مل استقرار کے رو سے کل انبیا ورسل اور ایسے بادشاہ وحکمران مرد اور صرف مرد ہی ہوئے ہین تو اس سے بجز اس کے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ ان ہی کے قوائے عقلیہ ودماغیہ مین یہہ استعداد وصلاحیت ہوتی ہے کہ دین ودنیا کے اعلےٰ ترین مدارج کو حاصل کرسکین اور کمالات انسانیہ کے اس زینہ تک پہونچ سکین جسکے اوپر اور کوئی درجہ نہین -

ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی مثال بھی محض مغالطہ اور دہوکا ہے جو شاید ایسے لوگون کے نزدیک پیش رفت ہوسکے جو انگلستان کے قواعد حکمرانی سے بالکل نابلد ہین - اور انبیا ورسل علیہم السلام کی تعداد کا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہونا اور اون مین سے بہت کم تعداد کے حالات کا معلوم ہونا اور پہر اون مین سے عورتون کے بھی ہونیکا احتمال پیدا کردینا اس صورت مین کلیہ کا ناقص ومُبطل ہوتا - جب اوس کلیہ کو عقلی کہا جاتا - وہ کلیہ تو استقرائی ہے جسکے ابطال کے لئے احتمال تو کیا معنے دو چار مستثنیات کا وجود بھی کافی نہین ہے بلکہ خود استقرا کا مثبت ہے - قرآن مجید اور بائیبل دونون مین ملاکر ساٹھہ ستتر[۵۲]

[۵۱] اس سے کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ نعوذ باللہ مین ختم نبوت ورسالت کا قائل نہین ہون - میرا ایمان واعتقاد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی اگرچہ صیغہ حال کا استعمال کیا گیا ہے - لیکن خود عبارت مین قرائن موجود ہین کہ میرا مقصود صیغہ ماضی ہے ۱۲

[۵۲] سخت تعجب ہے کہ مولوی ممتاز علی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ مین فرماتے ہین کہ "ہماری کتابون مین صرف دس پندرہ نبیون کا حال درج ہے اور تمام عہد عتیق کے انبیا بھی تعداد مین شاید تیس سے زیادہ نہ ہونگے" حالانکہ خود قرآن مجید مین بقول بعض ستائیس اور بقول بعض چھبیس انبیا کا ذکر ہے - اور یہ اختلاف صرف اس وجہ سے ہے کہ حضرت ذوالکفل کی نسبت بعض کہتے ہین کہ حضرت زکریا اور بعض کہتے ہین کہ حضرت الیاس کا لقب ہے اور بعض کو طالوت کی نسبت بھی گفتگو ہے لیکن بقیہ پچیس مین کسی کو کلام نہین ہے جن مین سے اٹھارہ نبیون کے نام (جنکو بعض نے انبیا اولوالعزم لکھا ہے) تو ایک ہی جگہہ یعنی سورہ انعام کے نوین رکوع مین مذکور ہین اور ہماری احادیث وسیر کی کتابون مین تو اون انبیا کے نام اور تذکرے بھی موجود ہین جو عہد عتیق مین مذکور ہین اور قرآن مین متروک (دیکھو معارف ابن قتیبہ اور عرائس) وہ اٹھارہ نام جو سورہ انعام مین ہین یہہ ہین (۱) ابراہیم (۲) اسحاق (۳) یعقوب (۴) نوح (۵) داؤد (۶) سلیمان (۷) ایوب (۸) یوسف (۹) موسیٰ (۱۰) ہارون (۱۱) زکریا (۱۲) یحییٰ (۱۳) عیسیٰ (۱۴) الیاس (۱۵) اسمعیل (۱۶) الیسع (۱۷) یونس (۱۸) لوط - اور بقیہ نو نام یہ ہین (۱) آدم (۲) ہود (۳) شعیب (۴) صالح (۵) ادریس (۶) عزیر (۷) ذوالکفل (۸) طالوت (۹) محمد علی نبینا وعلیہم السلام ۱۲

نبیون کا حال درج ہے جن مین سے ستائیس۲۷ یا پچیس۲۵ کے تذکرے بقید نام تو صرف قرآن مجید ہی مین ہین مگر ان مین سے ایک بھی عورت نہین۔ پس اگر عورتون کو بھی نبوت ورسالت کا درجہ ملا ہوتا تو ان مین سے ایک آدہ ہی کا نام لیا جاتا۔ ذکر کرنے والا سب پر رؤف و رحیم خدائے کریم ہے جسکی طرف جہل یا عورتون سے تعصب دونون باتون کی نسبت محال ہے۔ اسلیئے یہ ترک بھی اس استقرائی کلیہ کا موید اور اس یقینی نتیجہ کا منتج ہے کہ قابل ذکر و اولو العزم نبیون اور صاحب کتب و شرایع رسولون مین سے سب کے سب مرد ہی تھے ایسی صورت مین اگر یہہ احتمال جایز بھی رکہا جاوے کہ نامعلوم و غیر مذکور نبیون مین سے کچھہ عورتین بھی ہون گی تو بھی مردون کا افضل و اعلے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اِس مقام پر یہ بھی جتلا دینا ضرور ہے کہ انتخابی یا دشاہت و صدارت اور وہبی نبوت ورسالت کی وجہ سے جو فضیلت کہ فرقہ ذکور کی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ بوجہ نسبت و اضافت کے ہے نہ کہ ذات و حقیقت کے جسکے معنے یہ ہین کہ جس فرقہ و صنف کے افراد ایسے دینی و دنیوی مراتب قصوی کو پہونچین اوسکو اوس صنف پر فضیلت و فوقیت ہے جسکے افراد اون مراتب تک مطلق نہ پہونچین۔ یا اگر پہونچین بہی تو اونکے اعتبار سے بہت ہی کم۔ اس قسم کی جتنی فضیلتین ہوتی ہین سب مین باعتبار قرب و بُعد اصل موصوف کے بہت سے مدارج ہوتے ہین اور اوسی اعتبار سے اوس فضیلت کے ساتھہ نسبت و اتصاف۔ مثلاً نبوت ورسالت کی فضیلت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تو حقیقی و ذاتی ہے۔ لیکن اونکے والدین۔ آبا و اجداد۔ خاندان و قبیلہ۔ اہل شہر۔ قوم عرب۔ ملک ایشیا۔ سام بن نوح کی اولاد۔ صنف ذکور اور بالآخر بنی نوع انسان کیلیئے اضافی اور باعتبار قرب و بعد کے ہر ایک درجے کے واسطے متفاوت ہے۔ اسی لئے وہ اضافی فضیلت جس سے ہم بحث کر رہے ہین دوسرے انواع کے مقابلہ مین نوع انسانی (جس مین مرد اور عورتین دونون شامل ہین) کے فضل و شرف کی وجہ و دلیل ہے اور نوع مذکور کے صرف چیدہ و برگزیدہ افراد کا نفس الامر مین اوسکے ساتھہ متصف ہونا فضیلت مذکورہ کا قادح نہین ہے۔

با این ہمہ ہمارے نزدیک مردون کی جو فضیلت و فوقیت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین مذکور ہے اوس سے خارج کسی قسم کی فضیلت و فوقیت کی نسبت بحث کرنا محض بے فائدہ و بے نتیجہ ہے۔ اسلیئے کہ جو حقوق حصص۔ اور احکام کہ خدا اور اوسکے رسول مقبول نے مقرر و معین فرما دیئے ہین اون مین دائرہ اسلام کے اندر رہنے والے تو کچھہ رد و بدل کر نہین سکتے۔ مگر بہت سے مروجہ عورتون

کو اونکے واجب حقوق سے بہی محروم رکہتے۔ اثاث البیت یا بہائم کی طرح صرف اپنی راحت و آرام کا ذریعہ سمجہتے ہین اور اپنی صنفی و اضافی فضیلت کو عورتون سے وحشیانہ و ظالمانہ برتاؤ کرنے کی سند جانتے ہین۔ وہ خدا و رسول کے نافرمان۔ دین سے برگشتہ۔ قرآن و حدیث کی تعلیم سے جاہل و بیخبر ہین۔ رسول اللہ نے توہمکو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ خیرکم[۱] خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (تم مین سے اچہا وہی شخص ہے جو اپنے گہر والون کے حق مین اچہا ہو۔ اور مین تم سب سے اپنے گہر والون کے لیئے اچہا ہون) عورتون پر وہی مرد غالب آتے ہین جو وحشی و بہائم خصال ہوتے ہین جیساکہ ناتربیت یافتہ اور جاہل عورتین نیک اور تعلیم یافتہ مردون پر۔ چنانچہ مولانا روم نے لکہا ہے کہ ؎

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلان	غالب آید سخت بر صاحبدلان
باز بر زن جاہلان چیرہ شوند	زانکہ ایشان تند و بس خیرہ روند
کم بود شان رقت و لطف و وداد	زانکہ حیوانی است غالب بر نہاد
مہر و رقت وصف انسانی بود	خشم و شہوت وصف حیوانی بود

ایسے لوگون کا علاج صرف عمدہ تعلیم و تربیت کا پہیلانا۔ اور کما کہانے اور خوش غلاف ہو جانے والا پتلا نہین بلکہ عمدہ اوصاف و خصائل کا آدمی بنانا ہے۔

تعدد ازواج کی عقلی بحث

تعدد ازواج کی بحث کو جہانتک کہ مین سمجہتا ہون مردون کی فضیلت سے کچہہ علاقہ و سروکار نہین ہی۔ مردون کو ایک وقت مین چار بیبیان تک کرنے کی خدا نے جو اجازت دی اور عورتون کو ایک وقت مین ایک شوہر سے زیادہ کی ممانعت فرمائی ہے تو یہ مردون کے مُفضل ہونے کی وجہ سے ہے نہ عورتون کے مفضل علیہا ہونے سے بلکہ دونون کی خلقت و فطرت کا یہی تقاضا ہے۔ عورتین جنکو خود اللہ تعالے نے کہیتی سے تشبیہ دی ہے ایک ہی وقت مین ایک سے زیادہ شوہرون کے وہ نتیجہ نہین حاصل کرسکتین جو ذکور و اناث کی تخلیق سے صانع عالم کا مقصود ہے اور برخلاف اونکے مرد جو کاشتکار کی حیثیت رکہتے ہین اسلیئے انکو اجازت دیگئی اور اونکو نہین۔

یورپ مین ایک ہی بی بی کرنے اور ایک سے زیادہ بیبیان کرنے کو معیوب سمجہنے کی رسم ایک زمانہ دراز سے چلی آتی ہے اور اسی بنا پر اسکو سلطنتون نے شاہی قانون اور عیسائیت سے لیئے

[۱] ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ ۱۲۔

(جو وہان کا مذہب ہے) اپنا مسئلہ بنالیا ہے۔ شاہی قانون چونکہ محض ملکی سیاست سے علاقہ رکھتا اور حافظ اخلاق نہین بلکہ صرف حافظِ امن ہے اور پھر اونہین لوگون کا بنایا ہوا ہے۔ اور ایسے ہی لوگون کے لئے بنایا گیا ہے جو رسم والف وعادت اور مزید بران مذہبی رنگ چڑہ جانیکی وجہ سے اوسکے خلاف چون وچرا نہین کرسکتے اس سبب سے کوئی عاقل جو ان قیود سے آزاد ہوگا اوسکو کسی غیر معمولی وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھہ سکتا۔ باقی رہا مذہب اوسکی نسبت محققین نے حجج قاطعہ وبراہین ناطقہ سے ثابت کردیا ہے کہ عیسائیون نے یہ مسئلہ گھڑلیا ہے ورنہ حضرت عیسٰی کسی نئی شریعت کے بانی نہ تھے بلکہ اصلی موسوی شریعت کے قائم رکھنے اور رواج دینے والے۔ اور موسوی شریعت مین تعدد ازواج کی اجازت وتشریع موجود ہے لیکن یورپ والون نے اپنی دنیوی کامیابی کے گھمنڈ پر اُن مذاہب پر بڑے بڑے حملے کیے جن مین تعدد ازواج اور طلاق کی اجازت ہے۔ مگر زمانہ کی ضرورت اور تمدن کی حالت نے طلاق کے مسئلہ کو تو قانون کے ذریعہ سے وہان رواج دلوادیا۔ اور رواج بھی کیسا کہ اسلام مین اوسکی تعداد کبھی اس حد تک نہین پہونچی تھی۱؎۔ لیکن تعدد ازواج کا مسئلہ ابھی تک ویسا ہی مذموم ومعیوب سمجھا جاتا ہے۔ گو بہت سے منصف مزاج یورپین مضمون نگارون نے (مثل جان ملٹن۔ ڈیون پورٹ۔ گاڈفرے ہگنس وغیرہ کے) اسکا اقرار کیا ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہا کسی طرح قبیح نہین ہے۔ مگر صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ مین۔ ہمارے علماء متکلمین نے بھی بارہا تشفی بخش ومسکت تحریری جوابات دیے ہین۔ مگر ؎

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے میری بات * دے اور دل اونکو جو نہ دے مجکو زبان اور۔

جیسا کہ تمام مذہبی مباحثون کا حال ہے کہ اون مین کبھی امر فیصل شدہ عارض نہین ہوتا۔ عیسائی اپنا پرانا راگ

۱؎ مہذب ملکون مین طلاق کی بڑی کثرت ہوتی جاتی ہے باوجود اسکے کہ دین عیسوی کے خلاف ہے۔ ہر سال صرف فرانس مین سات ہزار اور ممالک متحدہ امیریکا مین تیس ہزار تک طلاق کی تعداد پہونچتی ہے۔ اوشمار کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ چیکاگو مین بحساب اوسط ہر آٹھوین زوجین مین سے ایک کے مابین طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور ایسی عورتونکی تعداد بھی کچھہ کم نہین ہے جو پانچ بار مطلقہ ہوچکی ہین۔

کیا اسپر بھی کہا جائیگا کہ دین اسلام کے مسائل تمدن وتہذیب کے مخالف ہین؟ کیا یہ صحیح نہین ہے کہ جس قدر تمدن کو ترقی ہوتی جائے گی اوسی قدر دین اسلام کے مسائل مناسب وموافق نظر آتے جائینگے۔؟

مصباح الشرق مصر مطبوعہ مئی ۱۸۹۸ء *

نہین چہوڑتے اور جبتک کہ زمانہ انکو مجبور نہ کرے گا ہرگز نہ چہوڑین گے۔ سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور نے **خطبات احمدیہ** مین یورپین مذاق کے مطابق مذہب۔ قانون فطرت اور معاشرت (سوسائیٹی) تینون پہلوون سے تعدد ازواج کی ضرورت کو ایسے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ کوئی معقول پسند و منصف مزاج اوس سے انکار نہین کر سکتا۔

اسپر بہی اب پہر اوسی مسئلہ نے بعض نئے فیشن کے آزاد خیال مسلمانون مین از سر نو جنم لیا ہے۔ اور وہ یہ کہ بغیر کسی دلیل کے علوم متعارفہ کے طور پر مان لیا گیا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت عقلاً ممنوع و قبیح۔ معاشرت و تمدن کے لئے مضر۔ عورتون کے حقوق تلف کرنے والی۔ اور نئی روشنی مین تاریکی پہیلانے والی ہے۔ اسلئے قرآن کی بے سر و پا تاویل کیجاتی۔ احادیث صحیحہ کو پس پشت پہینکا جاتا۔ اور کل صحابہ کے اقوال و افعال کو یہہ کہکر ٹال دیا جاتا ہے کہ "صحابہؓ وغیرہ سے استشہاد کرنے کو مین درست نہین سمجہتا" دعوے تو آزادی کا اور مقلد اس درجہ کے کہ بغیر دلیل و برہان کے ایک سچے اور عقل کے موافق مسئلہ کو صرف ریس سے چہوڑ بیٹہے۔

ہمارے بعض احباب کا خیال ہے کہ فی زماننا چونکہ یورپ و امریکا کی قومین ساری دنیا کی قومون سے ممتاز و سرفراز ہین اس لئے یہی لوگ خدا کے برگزیدہ ہین اور اس وجہ سے ان کے کل افعال لائق اتباع و تقلید ہین لیکن وہ یہ نہین خیال فرماتے کہ قومی زندگی کو بہی بشرط حصول مواقع و رفع موانع اقبال و ادبار علی سبیل البدلیت اوسی طرح لازم نہین جسطرح شخصی زندگی کے لئے عوارض وغیرہ سے محفوظ رہنے کی صورت مین شباب و شیخوخت۔ اور جس طرح سے کہ شخصی افعال کے حسن و قبح کا معیار اونکے صدور کا زمانہ نہین ہے بلکہ عقل و شرع اوسی طرح سے قومی افعال کی محک امتحان بہی ترقی و تنزل نہین ہو سکتی۔ بلکہ (الشباب شعبۃ من الجنون) جوانی دیوانی کا مقولہ جیسا کہ شخصی زندگی پر صادق آتا ہے ویسا ہی بلا فرق قومی زندگی پر بہی جتنی قومین آجتک اقبال کی شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئی ہین سب مین اپنے اپنے وقت مین طرح طرح کی اخلاقی برائیان اور انواع و اقسام کی بیہودگیان اس درجہ تک رواج پا گئی ہین کہ اونکے خیال و تصور سے رونگٹے کہڑے ہوتے ہین۔ اور وہی اونکی خرابی و بربادی کا باعث ہوئی ہین۔ یورپ کی کل دار السلطنتون کو جن مین اس اعتبار سے پیرس کا نمبر سب سے اول ہے جا کر دیکہو۔ ایسے ایسے فواحش تجارت کے طور پر معمول

سے محصنات صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۱۸۸۶ء۔

بتواعدہ کے ساتھہ علانیہ ہوتے ہین کہ شیطان بہی الآمان و الحذر پکارتا ہے - کیا قوم عاد و شداد
نمرود - فرعون - اور رومیون کے افعال اونکے اقبال و عروج کے زمانہ مین سراہنے کے لائق
اور تقلید کے قابل تہے ؟ - عقل و تجربہ کا فتوے تو یہ ہے کہ قومی و شخصی اعمال و افعال سب سے زیادہ
احتراز و حذر کئے جانیکے قابل وہی ہوتے ہین جو عروج و شباب کے وقت کے ہون -

عقل سے دیکہو تو بعض صورتون مین تعدد ازدواج ایسا ضروری و لابدی نظر آتا ہے کہ بغیر اوسکی
کوئی دوسرا چارہ ہی نہین ہے - اسی لئے اسلام نے عدل کے ساتھہ اسکی اجازت دی ہے -
جب مطلق زنا (نہ کہ صرف بالجبر اور زن منکوحہ کے ساتھہ) سخت جرم قرار دیا گیا - دنیا مین اوسکی سزا
سنگسار کرنا اور کوڑے لگانا مقرر کی گئی اور خدا کا (جو ہر وقت اور ہر جگہہ حاضر و ناظر ہے) گناہ الگ
ٹہرایا گیا - اور اوسکے سارے رخنے چہوٹے بڑے "آنکہین بہی زنا کرتی ہین" و امثال ذلک
کہکر بند کردیئے گئے - عزل و استمنا کو جانون کا ضائع کرنا کہہ دیا گیا - ترک دنیا سے لا رہبانیۃ
فی الاسلام فرماکر روک دیا گیا - اور انسان تو انسان حیوانات پر بہی بے رحمی کرنے کو من لا یرحم
لا یرحم کے ذریعہ سے منع کر دیا گیا - تو جس شخص کی ایک بی بی زوجیت کے فرائض ادا کرنے سے
ہمیشہ کے لئے مجبور ہو جاے یا مقررہ ایام و زمانہ حمل مین اوسکے قاصر رہنے سے اوسکی دموی
المزاج شوہر کو مہلک امراض یا مخرب اخلاق و شرعی عصیان مین مبتلا ہو جانے کا واقعی و یقینی اندیشہ
ہو اوسکے لئے طلاق کے سوا جو ایسی حالت مین سخت بیرحمی و ظلم ہے کونسا چارہ کار رہتا ہے ؟
کیا وہ مذہب سچا اور فطرت کے مطابق ہو سکتا ہے جو باوجود اس دعوے کے کہ کافہ انام کے لئے
ہے ایسی صورتون کیلئے جو ساری دنیا اور تمام اقوام عالم کے اعتبار سے ہرگز نادر الوقوع نہین
کہی جا سکتی ہین کوئی ایسا چارہ کار نہ بتاے جو اصول اخلاق و ہمدردی انسانی اور سچی عفت و پارسائی
کے موافق ہو -

یورپ و امریکا جہان ایک ہی بی بی کرنا رسماً و قانوناً جاری ہے ایک دن بہی بسر نہین
کر سکتا تہا اگر اس درجہ کی بے پردگی اور ذکور و اناث کا ایسا بے روک ملنا ملانا نہ ہوتا اور نہ صرف
دوستون اور احباب ہی بلکہ اعزہ و اقارب کے گہر اونکی حرم سرائین نہ ہوتے - اور لارڈ ڈیلوک - اور
دوسرے متمول اشخاص میں چہوٹے محلون کا کثرت سے رواج نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ جو لوگ تعدد

ازواج کو ممنوع قرار دینے بیٹھے ہین وہی پردہ کی مخالفت بہی زور وشور سے کر رہے ہین۔
مسٹر کوئیلم نے اپنے اخبار مین جو اشتہار لاوارث بچون کی پرورش کے انتظام کے متعلق دیا ہی اوسمین وہ لکہتے ہین :- ”بدقسمتی سے ہم مین عورتون کا بہکا کر خراب کرنا کثرت سے پایا جاتا ہے جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ بہت سی لڑکیان اچھے گہرانون کی حرامی بچے جنتی ہین۔ گذشتہ سال لیورپول کی پولس کورٹ مین دو سو سے زیادہ مقدمات آئے جن مین لڑکیون کی یہہ درخواست تہی کہ اونکے بچے اپنے مفروض باپون کو دیئے جائین۔ اور وہین اسی قدر کم سے کم دس گونہ مقدمات باہمی مصالحت سے طے ہوگئے اور عدالت تک آنے نہ پائے۔ لیورپول اور اوسکے اطراف مین جو انگلستان کا دوسرے نمبر کا ضلع اور عیسائیت کا مرکز ہے۔ پورے دو ہزار حرامی بچے ہر سال پیدا ہوتے ہین“
یہہ تو اخلاقی رُخ ہوا۔ اب انسانی ہمدردی کے اعتبار سے دیکہو تو بعض صورتون مین شرطِ استطاعتِ مصارف اور قدرتِ عدل ایک سے زیادہ بیبیان کرنا بہت بڑی فیاضی۔ پرلے سرے کی نفس کُشی اور اعلےٰ درجہ کی مُواساۃ ہے۔ کیونکہ جب معلوم ہے کہ انسان کی تخلیق مین زن و مرد کی تعداد مساوی نہین ہوا کرتی ہے اور زمانہ حال کی مردم شماریون نے بتلادیا ہے کہ چند مقامات کے سوا کل ممالک مین عورتون کی تعداد زیادہ ہے۔ یہانتک کہ ”ایک اخبار[1] کا بیان ہے کہ انگلینڈ و ویلز مین کنواری اور رانڈ عورتون کی تعداد کنوارے اور رنڈوے مردون سے دو لاکہہ زیادہ ہی“
پہر اپنی ذاتی راحت و عیش اور خیالی تسکین و شادمانی کو ترجیح دینا اور لاکہون عورتون کو بدکرداری و بد اخلاقی کے بازارون کی رونق بننے۔ اور مصیبت و افلاس و کس مپرسی کے تہ خانون مین مدفون رہنے دینا۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتون مین سے کچہہ حصہ اونکو نہ دینا کس درجہ کا ظلم اور کیسی بیرحمی و سفاکی ہے!!!
عقلا کے نزدیک درحقیقت وہ مذہب عمدہ معاشرت و تمدن کے لئے مُضر اور عورتون کے حقوق کا تلف کرنے والا ہے جو ایک سے زیادہ عورتون کو کسی حالت اور کسی صورت مین مردون کا جائز و قانونی شریک ہونیکی اجازت نہ دے۔ نہ کہ وہ جسنے ایسی صورتون کو بہی نظر انداز نہ کیا ہو۔ *

---

[1] منقول عنہ اخبار الپنچ بانکی پور مطبوعہ ۵ اگست سنہ ۱۸۹۰ء *

خانگی تعلقات اور تدبیر منزل کے روسے اگر دیکھا جائے تو اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ بعض صورتون مین تعدد ازواج ایسے نزاع و فساد کا باعث ہوتا ہے جس سے آدمی کی زندگی تلخ ہوجائے۔ لیکن جہان اسکا قوی احتمال ہو اور زیادہ بیبیان کرنے کی ضرورت ایسی سخت نہو کہ اسکے اعتبار سے وہ خرابی آسان تر بلا شمار کیجا سکے۔ تو کوئی عاقل دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو بلا مین پہنسانا ہرگز پسند نہ کرے گا۔ اور اگر نادانستہ مبتلا ہوجائے تو اوس سے چہٹکارے کی تدبیر بہی خود اوسی کے ہاتہہ مین دیگئی ہے۔ اور قطع نظر اسکے اوس اجازت کا جو شرع نے دی ہے ایسی قباحت سے امتناع کلی لازم نہین آتا۔ ہان اگر یہہ حکم لازمی و واجبی یا ہر شخص کے لئے ہوتا تو یہہ قباحت اوسکے لئے ناقص ہوسکتی تہی۔ +

البتہ خود غرضی و خود پسندی جسکا نام نئی روشنی اور یوروپین تہذیب رکہا گیا ہے اوسکے لئے یہہ مسئلہ بے شک لغو و بے ضرورت ہے۔ کیونکہ اس مین گناہ کوئی چیز نہین۔ عاقبت کی جزا و سزا پر یقین نہین۔ صرف دنیوی قوانین کی گرفت سے بچکر چلنا اور چہپکر سب کچہہ کر گذرنا اصول زندگی ہے۔ پہر شرعی و اخلاقی ضرورتین کیون پیش آنے لگین۔ اور دوسرون کی اس قسم کی ضرورتون کی اونہین کیون پروا ہونے لگی۔

اب یہہ دیکہنا باقی رہا کہ آیا فے الواقع قرآن مجید نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہے یا نہین اور مجتہدانہ و محققانہ نظر سے خود قرآن مجید کا کیا ارشاد سمجہا جاتا ہے۔ اسکی تفصیلی بحث جس مین خود قرآن مجید ہی سے استناد اور مخاطبین کا رنگ دیکہکر مجتہدانہ و محققانہ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے نہ مقلدانہ و ناقلانہ تیسری فصل مین درج ہے۔ اس مقام پر اسی قدر عرض کرنا ہے کہ جہان تک غور و تحقیق سے کام لیا گیا یہی ثابت ہوا کہ اسلام مین تعدد ازدواج کی اجازت اوسکی سچائی اور خدا کی دی ہوئی خوبیون کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ لاریب نفس قرآن و نص قرآن اسبارہ مین ناطق ہے جو شخص کہ عربی زبان اچہی طرح سے جانتا اور سمجہتا ہے اوسکے نزدیک ذرہ برابر بہی تاویل کی گنجائش نہین ہے۔ اور کوئی شخص جو قرآن کو مانتا ہے اس مسئلہ سے انکار نہین کرسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف و صریح اقوال اور صحابہ کبار یعنی خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افعال جو بہترین مبین اشیا کے ہوا کرتے ہین بطور نظایر کے

اور اِس حیثیت سے پیش کیے جاتے ہین کہ اگر غایت آزادی سے اُن تمام آیات واحادیث سے جو اونکے بارہ مین وارد ہین آنکھین بند کرکے اونکو رہنمایان دین بنانا چاہا دے تو اونکی اس حیثیت سے تو انکار نہین ہو سکتا کہ عربی جس مین قرآن مجید نازل ہوا ہے اونکی مادری زبان تھی اور وہ اوسکے اہل زبان تہے اونکا سمجھنا غیر اہل زبان کے مقابلہ مین قطعی ثبوت اور حجت قاطعہ ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل تو خصوصیات مین داخل ہوا۔ لیکن اُن اقوال کی نسبت کیا کیا جائے گا جو اسناد صحیحہ وطرق مختلفہ سے مروی ہین۔ اونکے تدبرشتہ کہ یعنی جواز تعدد ازواج سے مفر کی صورت دین وایمان سلامت رکھکر قریب بمحال کے ہے۔

قرآنی مسائل کی نسبت جو یہہ کہا جاتا ہے کہ وہ جس طرح سے کہ اعلے درجہ کی تعلیم یافتہ متمدن قومون کے مناسب حال ہین اوسی طرح سے جاہل و وحشی کے لیے بہی۔ اور اوسکے یہہ معنے ہین کہ وہ ایسے سنچے تُلے ہوئے اور ایسے عمدہ ہین کہ ہر حالت کے مناسب ہین لیکن اسی تعدد ازواج کی بحث مین مسٹر جسٹس امیر علی[۵۷] نے اسکے عجیب غریب معنے بیان کیے ہین جسکا ماحصل یہ ہے کہ وہ لچکدار تسمہ کی خاصیت رکھتے ہین حسب اقتضا رزمانہ وملک اونکے مختلف مطالب نکلتے ہین۔ یعنی ایک ہی شئے کی نسبت قرآن سے کبھی جواز کا حکم نکالا جا سکتا ہے۔ اور کبھی امتناع کا۔ حالانکہ یہہ محض توہم اور عقل ونقل دونون سے باطل ہے۔ اگر زمانہ نے فرصت دی تو انشاء اللہ تعالے اِس بحث پر ایک مبسوط رسالہ لکھونگا۔ اِس مقام پر محض اختصار واجمال سے کام لیتا ہون۔ نقلاً تو اِس طرح سے باطل ہے کہ اللہ تعالے نے قرآن کی آیتون کی دو قسمین بیان فرمائی ہین متشابہات ومحکمات لیکن اس تقدیر پر سب آیتین متشابہات ہو جاتی ہین اور عقلاً اِس وجہ سے کہ اس تقدیر پر قرآن بالکل بے وقعت ہو جاتا اور انسانی قانون کے برابر بہی نہین رہتا ہے۔ جو قانون ایسا ہو وہ سرے سے کوئی قانون ہی نہین بلکہ دہوکے کی ٹٹی اور دغابازی کا جال ہے۔ اصلی مُقنن ایسے مُتلون قانون کا بنانے والا نہ ہوا بلکہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے ادا شناس اس معنی کے رو سے چینیون کی حکومت مین دنیا بہر کی مُردار، ناپاک وپلید چیزین حلال ہو جائینگی اور جین مت کی سلطنت مین عمدہ اور پاکیزہ جانور بہی حرام ہو جائینگے۔ وعلے ہذا بے شمار قباحتین لازم آتی ہین۔ +

[۵۷] اسپرٹ آف اسلام وہیمن ان اسلام ۱۴۰ +

مسٹر سید امیر علی نے اوسی بحث مین لکہا ہے کہ "اس قدر اوائل یعنی تیسری صدی ہجری مین جبکہ المامون کا زمانہ تہا۔ اول طبقہ کے ائمہ معتزلین نے یہ تعلیم کی تہی کہ قرآن کے مکمل شرائع تعدد ازدواج کی ممانعت کرتے ہین"۔ ہم کہتے ہین کہ یہہ تعلیم جو قرآن کے مخالف ہے کسی شخص پر حجت نہین ہوسکتی۔ دو ہی صورتین ہین یا آنکہین میچ کرکے تقلید کرلینا۔ یا بطور خود تحقیق وتنقید سے کام لینا۔ پہلی صورت مین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور سبطین رضی اللہ عنہما کے ہی فعل پر جس مین چون وچرا اور تاویل وتحریف کی گنجایش نہین ہے کیون نہ فیصلہ کرلیا جائے۔ یہہ تو پہلی صدی مین اور خود صاحب وحی والہام کے شاگرد تہے۔ اور انکے فضل وکمال مین نہ ہمکو کلام ہے نہ آپ کو ع

تقلید کی ٹہہری تو یہی بہتر ہین * کس واسطے چہوڑ دیجیے افضلتر امام۔

ہان اگر کہا جائے کہ اس وقت تک قرآنی شرائع مکمل نہ ہوئے تہے تو اسکا جواب ہمارے پاس نہین ہے اور اگر تحقیق مدنظر ہے تو وہی قرآن مجید ہمارے اور اونکے پاس بہی موجود ہے جو مامون الرشید کے زمانہ مین تہا۔ فنون السنہ کے سوا جملہ قیود سے پورے طور پر آزاد ہوکر ٹہنڈے دل سے سوچین اور فرمائین کہ کیا کوئی شخص کانشنس سے کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے تعدد ازدواج کی اجازت نہین دی ہے اور بیچارہ مجتہدین وعلمار پر اسکا الزام ناواجب ہے یا نہین۔

بہت سے لوگون کا یہہ بہی خیال ہے کہ چونکہ یوروپین سوسائیٹی اسکو نہائیت ہی برا سمجہتی ہے اسلیئے اگر ہم اسکے جواز کے قائل ہونگے اور کہین گے کہ ہمارے قرآن مین ایسا ہے تو وہ ہمکو حقارت کی نظر سے دیکہینگے۔ یہہ خیال اخلاقی بزدلی اور دلی مغلوبیت کا نتیجہ ہے جس چیز کو ہم سچ اور حق سمجہتے ہین اوسکو اگر ہم کسی کی تحقیر وتذلیل کیوجہ سے چہوڑ دیا کرین تو ہمکو خدائے پاک کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے بہی ہاتہہ دہونا پڑے گا۔ ہندوستان کی خود حالت ہی اہانت وتذلیل کی متقاضی ہے۔ پہر جبتک یہ حالت قائم ہے اور ہم زمانہ کی رفتار مین یوروپین کے ہمپلہ نہین ہوتے ہین اوس وقت تک محقرین کیلیئے کبہی اسباب ووجوہ کی کمی نہوگی۔ اور ہم انکی نظرون مین ہرگز موقر ومعزز نہ ہونگے ہمارا وجود ہی ہمارے مذہب۔ ملک اور قوم کے لیئے ننگ وعار کا باعث ہے۔ بہائیو اب کچہہ تو کہو چکے لے دیکے ایک مذہب ہی رہگیا ہے خدا کے لیئے اسکی مٹی تو پلید نہ کرو۔ یہی ایک چیز ایسی ہے جس سے ہمکو بہنپنے کی کچہہ امید ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

پہلی فصل مردون کی فضیلت کا ثبوت قرآن مجید سے

ح ۔ سب سے بڑا ثبوت تو اُن کے پاس مردون کی فضیلت کا قرآن مجید سے نکل سکتا ہے وہ آیت ہے جس مین فرمایا ہے کہ (اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِھِمْ) جسکا ترجمہ یون کرتے ہین کہ مرد حاکم ہین عورتون پر کیونکہ اللہ تعالے نے اِن مین سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اونہون نے اپنے مال خرچ کیے ہین ۔

ص ۔ بیشک مردون کی فضیلت کا اس سے بڑا اور کونسا ثبوت ہوسکتا ہے کہ خود اللہ تعالے نے جو تمام عالم کا صانع و خالق ہے ایسے صاف و سیدھے لفظون مین فرما دیا کہ " مرد عورتون پر حاکم ہین اسلیے کہ خود اللہ تعالے نے اونکو عورتون پر فضیلت دی ہے "

پوری آیت یہ ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ۔ اسکا ترجمہ ایسے شخص کے لفظون مین جنکی نسبت مصنف رسالہ لب بھی نہین ہلا سکتے یہ ہے " مرد تسلط رکھنے والے ہین عورتون پر بسبب اسکے کہ بزرگی دی ہے اللہ نے انسانون مین سے ایک کو دوسرے پر ۔ اور اس سبب سے کہ خرچ کیا ہے اپنے مال مین سے ۔ پھر نیک بخت عورتین فرمانبردار ہین حفاظت رکھنے والی ہین اپنے (شوہرون کے) پیچھے اللہ کی حفاظت کے ساتھہ اور جو عورتین کہ اونسے تمکو سرکشی کا ڈر ہو تو اونکو سمجھاؤ اور اونکو اونکے سونے کی جگہہ مین اکیلا ڈالدو اور اونکو مارو پھر اگر وہ فرمانبردار ہوجائین تو اونپر اور کوئی راہ مت ڈھونڈو (یعنے کوئی اور حیلہ انکے ایذا دینے کا یا طلاق دینے کا مت ڈھونڈو) اللہ غالب اور بڑی قدرت والا ہے "

ح کے تحت مین حقوق نسوان کی عبارت نقل کیگئی ہے ۔ اور ص سے مراد صیانۃ الایمان ہے ۱۲

یہہ کیا چیز ہے؟ ظاہر ہے کہ تدبیر منزل یعنی خانگی معاشرت کا ایک مسئلہ ہے۔ روزمرہ کے جھگڑے کا جسکے فریقین زن وشو ہین ایک فیصلہ ہے۔ اسکے پہلے حصہ مین عورتون کو اس امر کی تشویق وترغیب ہے کہ اپنے شوہرون کے مطیع اور اوسکے اور اپنی عزت وآبرو کی نگہبان بنین تاکہ بادشاہ حقیقی کے نزدیک سرخروئی اور اوسکی خاص حفاظت کا استحقاق حاصل کرین۔ اور دوسرے حصہ مین مردون کو مخاطب کرکے جرم کے مطابق اپنی بیبیون کو ہلکی وبادی سزا دینے کا اور اونسے اطاعت کرانیکا اقتدار عطا فرمایا گیا ہے۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ یہہ حکم واقتدار بمقتضائے فطرت وجبلت جسکو خود خالق کے برابر کوئی بھی نہین سمجھہ سکتا بیبیون کو سخت ناگوار گذرنے والا اور خود حاکم حقیقی کیطرف سے دل مین انکار پیدا کرنے والا ہے۔ اس حفظ ماتقدم کے لحاظ سے بیبیون کے دلون کو اس حکم کے ماننے کے لئے تیار ومستعد رکھنے کے لئے اللہ جلشانہ نے اس فیصلہ کی تمہید مین یہہ ارشاد فرمایا کہ "مرد عورتون پر تسلط رکھنے والے یعنی حاکم ہین دو وجہون سے ایک تو اس سبب سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت وبزرگی بخشی ہے۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ مردون نے اپنے مال مین سے خرچ کیا ہے"

دیکھہ لو خود آیت کا سیاق بول رہا ہے کہ "قوامون" کے کیا معنے ہین اور بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے کیا مراد ہے کیا کارگزار یعنے خدمتگذار وخدمتگار یہان چسپان ہوتا ہی؟ کیا اس معنی کے ساتھہ یہہ جملہ اللہ کا تو کیا ذکر کسی صحیح الحواس آدمی کا بھی کلام کہلا سکتا ہے؟ اور کیا بقول مصنف رسالہ معنے متبادر سے عورتون کی فضیلت اور مردون کا خدمت گذار وکارگزار ہونا ثابت ہوتا ہے۔؟"

اِن سوالون کا جواب بھی ذی فہم وصاحبِ ہوش ناظرین کی تمیز وانصاف کے حوالہ کرکے مین مدعیانِ فضیلت رجال کی وجہ استدلال کو صاف وواضح طور پر بیان کر دیتا ہون۔

وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ نے جو اس آیت مین شوہرون کو اپنی بیبیون پر خفیف جرم یعنے سرچڑہجانے کے اندیشہ کے بارہ مین نصیحت کرنے پہر ایک ہلکی سزا اور اوسکے بعد ذرہی سخت سزا دینے کے اقتدارات عطا فرمائے تو اوسکی تمہید مین جسکو علت ووجہہ موجہہ کہنی چاہیئے یہہ فرمایا کہ مردون کو عورتون پر جو حکومت دو وجہون سے حاصل ہے ایک تو اس سے کہ خود

ہمنے اسپر زور دینے کے لئے کمال بلاغت سے ضمیر متکلم کی جگہ اسم ذات استعمال کیا گیا ہے)
مردون کو عورتون پر بزرگی دی ہے اور دوسری اس سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہین

ح - اس آیت کی تفسیر مین مفسر لکھتے ہین کہ مردون میں دو قسم کی فضیلتین ہین ایک وہ جو قوت نظریہ اور قوت عملیہ کے قوی ہونے کی وجہ سے انکو بالذات حاصل ہے - دوسری یہ فضیلت ہے کہ مرد عورتون کو مصارف مثلاً روٹی کپڑا وغیرہ دیتے ہین - مگر ہمکو اس تفسیر کے ساتھ اتفاق نہین ہے کیونکہ اولاً قوام کا ترجمہ بلفظ حاکم کرنا ہماری رائے مین صحیح نہین ہے - اور سوائے مولینا شاہ عبد القادر کے کسی نے یہ ترجمہ اختیار نہین کیا - شاہ رفیع الدین صاحب نے قوام کا ترجمہ قیام رکھنے والا کیا ہے - اُن کے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تدبیر کارکنندہ ترجمہ کیا ہے - ایک اور فارسی ترجمہ مین جو سعدی کے ترجمے کے نام سے مشہور ہے قوام کا ترجمہ کارگزار کیا گیا ہے -

ص - اصل بحث یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت اَلرِّجَالُ سے مردون کا عورتون سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین یہان خود قرآن سے استناد ہے نہ تفسیر دان سے -
جہانتک کہ اس آیت کے معنے و مطلب و فحوا سے تعلق ہے کل مفسرین جنکی تفسیرین ہمکو مل سکین بلا استثنا یہی کہتے ہین کہ اس آیت مین خداوند تعالےٰ نے مردون کے حاکم و سزاوار حکومت ہونیکی دو وجہین بیان کی ہین ایک وہبی و خلقی و فطری فضیلت جسکو جملہ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ مین بیان فرمایا ہے - اور دوسری وجہ اکتسابی جو بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ سے مستفاد ہوتی ہے - اور یہ خود کلام مجید کے لفظون مین موجود ہے - اب رہی اسکی تحقیق و تفتیش کہ وہ وہبی فضیلت کونسی ہے اس سے بحث ہے نہ اسکو استدلال مین کوئی دخل ہے - اور اسکا دارومدار چونکہ خود مفسرون کے علم و واقفیت پر ہے اسلئے اسمین ہر قسم کے اختلاف موجود ہین کسی نے ایک دو ہی وجہون پر اکتفا کیا ہے کسی نے دس بیس وجہین نکالی ہین کسی نے صرف نقلیات سے استناد کیا ہے - کسی نے صرف عقلیات سے - کسی نے دونون کو جمع کیا ہے اور کسی نے صرف دوسرونکی تقلید کی ہے مگر ہمکو اس مقام پر اقوال مفسرین سے مطلق بحث نہین اسلئے قوت عملیہ و قوت نظریہ سے قطع نظر کر کے مصنف رسالہ کی طرف توجہ کیجاتی ہے -

جب خود قرآن مجید ہمارے پاس موجود ہے تو اوسکے اردو یا فارسی ترجمون کے الفاظ سے استدلال کرنا تعجب انگیز ہے جن لوگون کو دو چار زبانین آتی ہین اور ایک زبان سے دوسری زبان مین ترجمہ کرنیکا اتفاق ہوا ہے اونکو حق الیقین کیطور پہ معلوم ہے کہ کسی زبان کے کلام کا دوسری زبان مین ترجمہ کرنا کسقدر مشکل ہے اور کسی اعلےٰ درجہ کے فصیح و بلیغ مضمون کا دوسری زبان مین ایسا ترجمہ کرنا کہ ہر فقرہ و ہر جملہ بعینہٖ اصل کا مفہوم ادا کرسے قریب محال کے ہے اور کوئی شخص جسکو خصائص السنہ سے تہوڑی سی بہی واقفیت ہے اس سے انکار نہین کرسکتا کہ کسی زبان کی لغات مفردہ کا ترجمہ دوسری زبان مین الفاظ مفردہ ہی کے ذریعہ سے ہو ہی نہین سکتا اور اسکے تو شاید کہنے کی بہی ضرورت نہین ہے کہ عربی زبان کے مقابلہ مین فارسی ناقص۔ اردو ناقص تر اور شاہ رفیع الدین صاحب کے زمانہ کی اردو ناقص ترین ہے۔

قوام کا جو کچہہ مفہوم و مدلول " علےٰ " کے صلہ کے ساتہہ ہے جہانتک کہ ہم تحقیق کرسکے ہین اوسمین مترجمین کے آپسمین سرے سے کوئی اختلاف ہی نہین ہے چہ جائیکہ " حاکم " و " خدمتگذار " کا سا۔ سب نے ایک ہی مفہوم ادا کرنا چاہا ہے لیکن کسی کو پوری کامیابی ہوئی ہے اور کسی کو ادہوری۔ کسی نے ایک لفظ کی جگہہ ایک ہی استعمال کیا ہے اور کسی نے اوسکو ناکافی سمجہکر زیادہ لفظون سے کام لیا ہے۔ اور یہہ دقت اس وجہ سے واقع ہوئی ہے کہ جو خیال قوام کے لفظ سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ بسیط نہین مرکب ہے اسکا مصدر اور اوسکے مشتقات جب " علےٰ " کے ساتہہ کسی شخص کی نسبت استعمال کئے جاتے ہین (یعنے قیام علےٰ فلان۔ قام علےٰ فلان۔ قیم علےٰ فلان وغیرہ) تو اوسنے ہر طرحکی کفالت اور نیز مکروہات سے حفاظت معہ شان امارت کے مراد ہوتی ہے۔ جیساکہ شماخ وحشی گدہے کی تعریف مین لکہتا ہے۔ ؎

یظل بصحراء البسیطۃ قائماً ✣ علیہا قیام الفارسی المتوّج ✣

یعنی وحشی گدہا لق و دق صحرا مین اپنی ماداؤن کی خبر گیری و حفاظت اور اونپر حکومت اس طرح کرتا ہے کہ گویا ملک ایران کا تاجدار ہے۔ اسی بنا پر اہل لغت نے " قام الرجل علی المراۃ " کے معنے اتنے لفظون مین ادا کئے ہین " مانہا وقام بشانہا متکفلاً بامرہا " یعنی اوسکو اخراجات دیئے اوسکی

؎ اقرب الموارد۔ محیط المحیط۔ قاموس۔ لسان العرب۔ اساس البلاغت۔ للزمخشری ۱۲

نگرانی کی اور اوسکا متکفل ہو۔ اور اسی مادہ سے صفت مشبہ کا صیغہ "قیّم" ہے جسکے معنے سردار و کار فرما کے ہین۔ اور اوسی سے "قوّام" مبالغہ کا صیغہ ہے اور "علی" کے ساتھ استعمال ہوا ہے اس سبب سے حکومت تسلط و غلبہ اور کفالت و حفاظت بکثرت زیادتی کے ساتھہ اسکے مفہوم مین داخل ہین۔

اِس قدر معلوم ہوجانیکے بعد تراجم زیر بحث پر جنکو مصنف رسالہ نے اودہ نقل کیا ہے غور کرنا چاہیے۔

مصنف رسالہ کا یہہ کہنا کہ "قوام" کا ترجمہ بلفظ حاکم مولنا شاہ عبدالقادر کے سوا کسی نے نہین اختیار کیا ہے صحیح نہین ہے اسلئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فتح الخبیر مین اسی قوامون کے معنے "امرا" یعنے حکام لکھے ہین۔ علاوہ برین ہندوستان کے چھپے ہوئے قرآن مجید جن مین شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ فتح الرحمن چھپا ہے مختلف مطابع کے مین نے دیکھے کسی مین بہی صرف "تدبیر کار کنندہ" جسکو مصنف رسالہ نے نقل کیا ہے نہین ہے بلکہ "تدبیر کار کنندہ مسلط شدہ" ہے جسکا مفہوم حاکم سے جو مسلط شدہ سے سمجہا جاتا ہے اور بہی زیادہ ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہہ خیال کر کے کہ قوام کا پورا مفہوم نہ تو صرف مسلط شدہ یعنے حاکم سے ادا ہوتا ہے اور نہ محض مدبر یعنی تدبیر کار کنندہ سے دونون مرکبات کو داخل کیا۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے جنکا سارا ترجمہ لفظی ہے قوام کا گویا ترجمہ کیا ہی نہین بلکہ مبالغہ کے صیغہ کو اسم فاعل بنا کر چہوڑ دیا ہے اب رہا وہ ترجمہ جو شیخ سعدیؒ کیطرف منسوب اور مصنف رسالہ کا مدار استناد ہے۔ اسمین بہی صرف "کارگزار" نہین ہے بلکہ قوامون علی النساء کا ترجمہ "کارگزاران بر زنان" ہے اگر اس مین لفظ "بر" نہوتا اور کارگزاران کی اضافت زنان کی طرف ہوتی تب یہہ ترجمہ اپنی غلطی کی وجہ سے مصنف رسالہ کو کچہہ کام دیسکتا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہین ہے کارگزارانِ زنان اور کارگزاران بر زنان مین جو فرق ہے اوسکے سمجہنے کے لئے معمولی شُد بُد سے کچہہ زیادہ فارسی دانی کی ضرورت نہین ہے۔ ایک طفل مکتب سے بہی پوچھا جائیگا تو یہی کہیگا کہ یہہ ترجمہ بہی شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ کے ہم معنے اور گو اوسی کی طرح پورے مفہوم کے ادا کرنے مین قاصر ہے لیکن کسی طرح مخالف نہین ہے۔ اگرچہ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہین اصل کی بجودگی

مین ترجمون کو مدارِ استدلال ٹھرانا سعی لاحاصل کرنا ہے۔ لیکن عوام الناس کے مزید اطمینان کے لئے ہم دوسرے ترجمے بھی پیش کرتے ہین جن مین سے بعض شاید مصنف رسالہ کو نہ ملے ہون اور بعض مصلحتًہ نظر انداز کیے گئے ہون۔

(۱) تفسیر نیشاپوری مطبوعہ طہران (جس مین علاوہ تفسیر کے جو عربی زبان مین ہے پورے کلام مجید کا فارسی ترجمہ بھی ہے) کی فارسی عبارت اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَے النِّسَآءِ کے ترجمہ کی یہہ ہے "مردان مدبّران امور ندبر زنان"۔

(۲) تفسیر فارسی مسمّٰی بہ بحرِ مواج (مصنفہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی) مین اوسکا فارسی ترجمہ ان لفظون مین ہے "مردان قایم اند بامور زنان وکثیر القیام اند در کارہای ایشان آمر و ناہی اند"

(۳) تفسیر حسینی مین وہی مفہوم اس طرح ادا کیا گیا ہے "مردان کارگزار ند تسلّط یافتہ بر زنان و قائم بامور معیشت ایشان"

(۴) سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور نے اس آیت کی اردو مین اسطرح ترجمہ کیا ہے "مرد تسلّط رکہنے والے ہین عورتون پر"

(۵) مولوی نذیر احمد صاحب نے ٹکسالی اردو مین بامحاورہ ترجمہ یہہ کیا ہے "مرد عورتون کے سر دہرے ہین"

اِن کے ساتہہ ہی ساتہہ اُن تعبیرون و توضیحون کو بہی ملاحظہ کر لینا چاہیئے جو مفسرون نے اس لفظ متنازعہ فیہ قوّام کی عربی زبان مین کی ہین۔

نمبر شمار	نام تفسیر	کیفیت متعلق بہ تفسیر طبع (ضرورت)	معنے - اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ
۱	۲	۳	۴
۱	تفسیر ابن عباس	مطبوعہ بمبئی و مصر	مُسَلّطون سے علے ادب النسار
۲	جلالین	مطبوعہ مصر	مُسَلّطون "علے النسار"
۳	البیضاوی	ایضًا	یقومون علیہن قیام الولاۃ علے الرعیۃ۔
۴	الشیخ زادہ علے البیضاوی	ایضًا	مستفاد من صیغۃ القوّام فانہ اسم لمن یبالغ فی القیام بالامر مسلطًا علیہ نافذ الحکم فی کل ما حکم بہ فکانہ امیر من

نمبر شمار	نام تفسیر	کیفیت متعلق تفسیر بشرط ضرورت	معنے - اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ ط
			حکم فی حقہ والقوام والقیم بمعنے واحد والقوام ابلغ منہ وہو القیم بالمصالح والتدبیر والتادیب والاہتمام بشان من ہو مسلط علیہ ۔
۵	الکشاف	مطبوعہ مصر	یقومون علیہن آمرین ناہین کما یقوم الولاۃ علی الرعایا وسموا قواما لذالک ۔
۶	مدارک	ایضاً	ایضاً بلفظہ ۔
۷	خازن ۔ کہ مختصر معالم التنزیل بغوی است ۔	ایضاً	اے مسلطون علی تادیب النساء والاخذ علی ایدیہن ۔
۸	الکبیر	ایضاً	القوام اسم لمن یکون مبالغا فی القیام بالامر یقال ہذا قیم المرأۃ وقوامہا للذی یقوم بامرہا ویہتم بحفظہا ۔
۹	ابن الکثیر	ایضاً	ای الرجل قیم علی المرأۃ اے ہو رئیسہا وکبیرہا والحاکم علیہا ومؤدبہا اذا اعوجت ۔
۱۰	مجمع البیان	تفسیر مذہب اہل تشیع ۔ مطبوعہ طہران	اے قیمون علی النساء مسلطون علیہن فی التدبیر والتادیب والریاضۃ والتعلیم ۔
۱۱	جامع البیان	قلمی للشیخ نور الدین سید معین الدین بن صفی الدین المتوفی سنہ ۹۴۰ھ بمکتبہ المشرقیہ	قیام الولاۃ علی الرعایا ۔
۱۲	مظہری	مطبوعہ ہندوستان	یقومون علیہن قیام الولاۃ علی الرعیۃ مسلطون علی تادیبہن وسمو الرجال قواما لذالک والقوام والقیم بمعنے واحد والقوام ابلغ وہو القائم بالمصالح والتدبیر والتادیب
۱۳	روح المعانی	مطبوعہ مصر	اے شانہم القیام علیہن قیام الولاۃ علی الرعیۃ بالامر والنہی ونحو ذالک ۔

نمبر شمار	نام تفسیر	کیفیت متعلق تفسیر بشرط ضرورت	معنے الرجال قوامون علی النساء ط
۱۴	علی المہائمی	مطبوعہ مصر	اے لہم المبالغۃ فی القیام بمصالح النساء و تادیبہن فلہم ولایۃ علی النساء۔
۱۵	نیشاپوری	مطبوعہ طہران	یقال ہذا القیم المرأۃ وقوامہا بنا رمبالغۃ للذی یقوم بامرہا ویہتم بحفظہا کما یقوم الوالی علی الرعیۃ ومنہ سُمی الرجال قواما۔
۱۶	ابو السعود	مطبوعہ استنبول	اے شانہم القیام علیہن بالامر والنہی قیام الولاۃ علی الرعیۃ وعلل ذلک بامرین موہبی وکسبی۔

کتب لغت۔ فارسی وار دو کے ترجمون اور عربی کی تقریبًا کل مشہور تفسیرون کو پیش نظر رکھنے کے بعد شاید اسکے تسلیم کر لینے مین کوئی عذر نہ ہوگا کہ **قوام** کا ترجمہ جو بلفظ حاکم کیا گیا ہے اوس مین اگر کوئی عیب ہے تو کمی کا نہ کہ زیادتی یا مفہوم مخالف ہونے کا۔ اور اسکے معنے کار گزار۔ یا خدمتگذار وخدمتگار کے۔ نہ صرف غیر مستند وغیر محتمل ہین بلکہ خلاف منشاء قائل اور صریح تحریف ہے

ح۔ ثانیًا اس ترجمہ سے یہہ ظاہر نہین ہوتا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا کیا مطلب اگر پہلے بعض سے بعض مرد مراد ہین اور دوسرے بعض سے بعض عورتین تو سب مردون کی فضیلت سب عورتون پر ثابت نہین ہے۔ اگر دونون جگہہ مردون کی طرف اشارہ ہے تو اس بات کے کہنے سے کہ بعض مرد بعض مردون پر فضیلت رکھتے ہین مردون کی فضیلت عورتون پر کس طرح ثابت ہوسکتی ہے۔

ثالثًا اگر بعضہم مین ضمیر "ہُم" انسانون کی طرف راجع سمجہین اور پہلے بعض سے بعض انسان یعنی کل مرد اور دوسرے بعض سے اسیطرح کل عورتین مراد ہون تب بہی اس آیت سے مردون کی کوئی اصلی وخلقی وفطری فضیلت ثابت نہین ہوتی۔

ص۔ ترجمہ کا سہارا "شاید" "اولاً" "ثانیاً" اور "ثالثاً" کا پرا جمانے کے لئے ڈہونڈہا گیا ہے ورنہ ترجمہ سے کیا بحث۔ اور ان احتمالات لایعنی کو کیا دخل۔ قرآن کے سیاق سے واقف اور عربی سے تہوڑی سی مناسبت رکہنے والے بہی جانتے ہین کہ بعضہم علی بعض تطویل لاطائل ہے

بچنے کے لئے بمقتضائے بلاغت بعضہم علی بعضہم کی جگہہ بولا گیا ہے جیسا کہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض اور لقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وغیرہما بیسیوں جگہہ خود قرآن مین موجود ہے۔ اور ھُم جمع مذکر کی ضمیر ہے جسکا مرجع لفظ مذکر ہی ہونا چاہیئے اور وہ لفظ نساء تو ہو ہی نہین سکتا اور علی ہذا لفظ الرّجال بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وہ جمع مکسر ہے جسکے لئے مؤنث کی ضمیر لائی جاتی ہے۔ اور عربیت کے اس قاعدہ مسلمہ سے قطع نظر کیجے ہی لفظ الرّجال اوسکا مرجع نہین ہو سکتا۔ کیونکہ جب اللہ تعالے کا دعوے یہہ ہو کہ مرد عورتون پر حاکم ہین تو "بما" سے جو دلیل شروع ہوتی ہے اوسکو دعوے کے مطابق ہونا ضرور ہے اور اس صورت مین اسکے معنے یہہ ہوتے ہین کہ مرد عورتون پر اسلئے حاکم ہین کہ بعض مردون کو بعض مردون پر اللہ نے فضیلت دی ہے۔ اس سبب سے ضرور ہے کہ ھُم کا مرجع ایسا ہو کہ عربیت سے بھی درست دعوے کے بھی مطابق اور مفضل و مفضل علیہ دونون کا جامع ہو اور وہ "الناس" یا "الانسان" کے سوا دوسرا نہین ہے۔ انہین قرائن قویہ و یقینیہ کی وجہ سے اس فصیح و بلیغ ترین کلام مین تصریح (یعنے بما فضل اللہ الرجال علی النساء) کو چھوڑ کر کنایہ جو تصریح سے ابلغ ہوا کرتا ہے اختیار کیا گیا۔

پس جب یہی اور صرف وہی احتمال متعین ہو گیا جسکو مصنف رسالے نے "ثالثاً" کے تحت مین لکھا ہے اور باقی احتمالات محض لغو ٹھہرے تو الرّجال تا اموالہم کے سیدھے سادے معنے یہہ ہوئے کہ مرد عورتون پر حاکم دو وجہون سے ہین ایک اس سبب سے کہ خدا ہی نے مردون کو عورتون سے افضل بنایا ہے اور دوسرے اس سبب سے کہ وہ عورتون پر مال خرچ کرتے ہین۔

اس مقام پر مجھے یہہ بھی جتلا دینا ضرور ہوا کہ بما فضل اللہ اور بما انفقوا دونون جار مجرور قوامون کے متعلق ہین۔ یعنے قوام ہونے کی دو وجہین ہین ایک تو خدا کی دی ہوئی فضیلت اور دوسری مال کا خرچ کرنا۔ نہ کہ فضیلت کی دو وجہین ہین۔

مصنف رسالہ کا اس تیسرے احتمال کے بارہ مین یہہ کہنا کہ "تب بھی اس آیت سے مردون کی کوئی اصلی و خلقی و فطری فضیلت ثابت نہین ہوئی" طرفہ تماشا ہے۔

جب خود خلاق و صناع عالم نے کہدیا کہ مین نے مردون کو عورتون پر فضیلت دی ہے۔ تو وہ اصلی و خلقی و فطری فضیلت نہ ہوئی تو کیا غیر اصلی و اکتسابی و حصولی؟-

ح- کیونکہ اول اس سے یہہ معلوم نہین ہوتا کہ کس امر مین فضیلت ہے۔

ص- اگر آپ کو یا ساری دنیا کو یہ معلوم ہو کہ کس امر مین فضیلت ہے یعنی اگر کسی شخص کا علم خدا کے علم کے برابر نہ ہوا اور اوس کے اسرار کو وہ سمجھہ نہ سکے تو اس سے کسی کے استدلال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے دعوے تو یہہ تہا کہ خداوند تعالے کے کلام پاک سے مردون کی فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ ہان جس کسی نے آپ سے یہہ وعدہ کیا ہو کہ اسی آیت سے فضیلت کے وجوہ بہی ہم بتا دینگے اوس سے فرمائیے۔

ح- دوم اگر یہی سمجہا جاوے کہ آیت کے پہلے حصہ مین قوت نظری اور عملی کی فضیلت مراد ہے اور حصہ موخر مین نان و نفقہ دینے کی فضیلت مراد ہے تب یہہ اعتراض ہو گا کہ یہہ فضیلت اُس خلقی فرق پر جو عورت کو مرد سے تمیز کرتا ہے مبنی نہین ہے۔ اسلئے ہم اس وجہ کو وجوہ فضیلت مین داخل نہین رکھ سکتے۔

ص- آیت سے بحث ہے اوس مین نہ قوت نظری و عملی کا ذکر ہے نہ دو فضیلتون کا۔ بحث تو شروع کی آیت مین اور گھڑی اک خیالی تفسیر۔ اور اوس پر بنیاد رکہی بے سروپا اعتراضات کی۔ حالانکہ اس بحث کی ابتدا مین مصنف رسالہ نے خود یہہ دعوے کیا ہے کہ "جو چند نقلی اقوال بیان کئے جاتے ہین اونکی یا تو کچہہ صلیت ہی نہین یا اُن سے وہ مطلب مستفاد نہین ہوتا جو اُن اقوال سے سند لانیوالے نکالنا چاہتے ہین" اصول مناظرہ کے رو سے لازم تو یہہ تہا کہ اس دعوے کی دو شقون مین سے کوئی بہی دلیل و برہان کے ذریعہ سے اس آیت پر چسپان کیجاتی اور اگر منع و نقض ہی کا پہلو اختیار کیا گیا تہا تو اوس سے اصل استدلال کے بگاڑنے مین کام لیا جاتا نہ کہ ایک بے سند تفسیر کے بارہ مین جس کو اصل استدلال مین کچہہ دخل نہین ہے۔

ح- مرد کی فضیلت عورت پر بلحاظ علم اکتسابی یا سخاوت یا دیگر صفات کے جو تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتے ہین دوسری چیز ہے اور مرد کی فضیلت عورت پر بلحاظ مرد ہونے کے دوسری شئے ہے پہلا امر اکتسابی ہے اور دوسرا فطری۔

ص- اس مین کسی کو بہی گفتگو نہین۔ دونون قسمون کی فضیلتون مین رات اور دن کا فرق ہے۔ جس دعوے کی تردید کا آپ نے قصد کیا ہے وہ تو صرف یہی ہے کہ قرآن مجید سے مردونکی فضیلت

ثابت ہوتی ہے۔

ح۔ بہت سی عورتین ایسی نکلین گی جن مین یہہ اکتسابی فضایل نظریہ وعملیہ مردون سے زیادہ بڑہ گئے اور ایسی صورت مین ان عورتون کو مردون پر فضیلت ہوگی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابوجہل کی قوت نظریہ وعملیہ حضرت خاتون جنت خدیجۃ الکبریٰ رضی سے بڑہکر ہین۔ یا ابولہب مین یہہ صفات حضرت فاطمہ رضی سے بدرجہ اتم تہین۔ یا تمام مردیا اسکا حصہ کثیر عرفان الٰہی در خداشناسی کی صفت مین رابعہ بصری رض سے فوقیت و فضیلت رکہتا ہے۔

ص۔ خیر نہین اس خامہ فرسائی سے کیا فایدہ سوچا گیا ہے۔ دعوےٰ تو مردون کی فطری فضیلت کا ہے نہ اکتسابی کا اور وہ بہی اس تقیید کے ساتہہ کہ قرآن مجید کی آیت اَلرِّجَالُ سے مستفاد ہوتی ہے۔ علاوہ برین فرقہ ذکور کو من حیث المجموع فضیلت دیجاتی ہے نہ من حیث ہر ہر فرد کے۔ یہہ دعوےٰ تو نہین ہے کہ مردون کا ہر فرد عورتون کے ہر فرد سے افضل ہے۔

ح۔ علے ہذا القیاس دیکہو باپ بیٹون کو گذارہ دیتا ہے آقا نوکر کو خرچ دیتا ہے۔ پہر کیا اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ آقا کو نوکر پر ذاتی فضیلت ہے۔ ہرگز نہین۔ اگر اتفاق زمانہ سے آقا نوکر اور نوکر اسکا آقا ہوجائے تو یہہ فضیلت بالکل برعکس ہوجائیگی۔ حالانکہ ایسا ہونا ذاتی ہونیکے لوازم کے خلاف ہے۔ پس اس آیت سے مردون کی بالکل فضیلت ثابت نہین ہوتی۔

ص۔ مال خرچ کرنے کو سرے سے فضیلت ہی نہین کہا گیا ہے چہ جائیکہ ذاتی فضیلت بلکہ قوّام ہونے کی وجہ۔ اور اس مین کوئی شک نہین کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو جبتک گذارہ یا خرچہ دیتا رہیگا اوسوقت تک اوّل الذکر آخر الذکر کا "قوّام" یعنے متکفل اخراجات حاکم اور بالادست سمجہا جائیگا۔ علے ہذا القیاس جو طبقہ یا فرقہ کہ دوسرے طبقہ یا فرقہ کا متکفل اخراجات ہے وہ اسکا "قوّام" ہے۔

مصنف رسالہ کا نتیجہ مستخرجہ ("پس اس آیت سے الخ") ایسا قطعی و یقینی و بدیہی ہے کہ بغیر مقدمات کے خودبخود نکل آیا۔ بیشک جب ایک ترجمہ اور گہڑی ہوئی تعبیر پر اولاً و ثانیاً و ثالثاً کے ذریعے سے اعتراضات کر دیئے گئے تو پہر آیت سے فضیلت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس مقام پر نافہمی سے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایسے قابل اطمینان نتیجہ کے بعد جو اس قدر پر زور الفاظ مین ادا کیا گیا ہے بعد کی تقریر سے

کونسے واہی شبہ کا رفع کرنا مقصود ہے۔ تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ غیرون کے ترجمہ و تفسیر کو باطل کر دینے کے بعد اب اپنی تحقیق لکہی جاتی ہے۔

ح۔ آیت مذکورہ کے الفاظ نہایت صریح و صاف ہین۔

ص۔ اسی لئے تو ابتک ساری بلائین خیالی تفسیر اور ترجمہ کے سر رہین اور اب صرف پنج گنج و دستور المبتدی کی مدد سے جواب دیا جاتا ہے۔

ح۔ قوام مبالغہ کا صیغہ ہے جو شخص بوجہ انتظام کاروبار و اہتمام معاملات بیٹہنے کی مہلت نہ پاتا ہو اور اوسکے زیادہ تر اوقات قیام مین گذرتے ہون وہ قوام کہلاتا ہے۔

ص۔ قوام جس زبان کا لفظ ہے اوس مین تو اس لفظ کے یہ معنے نہین ہین بغیر کسی سند کے کوئی کیونکر مان سکتا ہے۔ لغت مین قیاس کو دخل نہین ہے جو شخص بیٹہنے کی مہلت نہ پاتا ہو اور جسکے اوقات زیادہ تر قیام مین گذرتے ہون وہ کس ملک مین قوام کہلاتا ہے؟ کیا حمال مٹی کہودنے والے عام مزدوری اور ذلیل پیشہ کرنے والے۔ عرب مین قوام کہلاتے ہین؟ اس آزادی کی بہی کوئی انتہا ہے کہ جس زبان کے لفظ سے بحث کرین اوسکی کتب لغت اور محاورات فصحا کی بہی پروا نہ کرین یہی حال ہے تو بیشک مصنف رسالہ قرآن کی جس آیت سے جو کچھہ چاہین ثابت کر سکتے ہین

ح۔ چونکہ مردون کو حصول معیشت کے لئے دور دور ملکون مین پہرنا اور عورتون کے آرام کے لئے کمانا پڑتا ہے اس لئے مرد عورتون کے قوام یا کارگزار یا مہتمم ہین۔

ص۔ جی نہین دور دور ملکون مین پہرنے کو صرف قوام کے معنے مین دخل ہے یا کارگزار و مہتمم کے معنون مین بہی جو اوسکے مترادف و مفسر ٹہرائے گئے ہین۔ بہر حال مصنف رسالہ جو کچھہ فرمائین اوسکو بے چون وچرا مان لینا چاہیئے جب عربی کے ایک لفظ یعنے قوام کے وہ معنی ٹہرے جو مصنف رسالہ نے بیان کئے تو دوسرے لفظ "مہتمم" کو بہی اونکے فرمانے سے اوسکا مترادف مان لینا ضرور ہے۔ اور اس سے تو کوئی فارسی واردو جاننے والا انکار ہی نہین کر سکتا کہ حصول معیشت کے لئے دور دور ملکون مین پہرنے والون اور دوسرون کے آرام کے لئے کمانیوالون کو کارگزار یا مہتمم کہتے ہی ہین لیکن یہی بدبخت "کارگزار و مہتمم" وہی "چونکہ" کے بعد خدمتگار و خدمتگار بنادیئے گئے۔ اور یہ سزا صرف اس جرم مین ہوئی ہے کہ قوام کے یہ دونون مترادف بننے گئے تہے

اس تدریجی سزا کی حکمت عملی بہی قابل تعریف ہی۔ اسلئے کہ اگر ایکدم سے کہہ دیا جاتا کہ "قوام" عربی مین خدمتگار کو کہتے ہین تو یہہ دونون حضرات ہرگز ماننے نہ لگتے۔

ح۔ چونکہ دنیا مین کوئی امیر ہے۔ کوئی غریب۔ کوئی فیاض طبع۔ کوئی بخیل اس لئے خدا تعالے نے فرمایا کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے پس تم جیسی استطاعت یا حیثیت یا معیشت رکھتے ہو اوسی کے مطابق عورات کی کارگزاری و خدمت کرو۔

ص۔ جسکا قول بلا دلیل و سند کے تسلیم کر لیا جائے ا وسکو اس قدر طوالت اختیار کرنے کی کیا ضرورت شاید تحقیقات و تدقیقات منظور تہی ورنہ آسانی سے کہہ دیا جاتا کہ قوام مبالغہ کا صیغہ ہے قیام سے جسکے معنے خدمت کرنیکے ہین اسی لئے جابلقا و جابلسا مین قوّام خدمتگار یا خدمتگارون کے چودہری کو کہتے ہین اور علاوہ اسکے کہ قوّام کے یہہ معنے لغت کے مطابق اور فن اشتقاق کے موافق ہین اس سے کلام باریتعالےٰ کی عزت و شان دوبالا ہو جاتی ہے کیونکہ اس تقدیر پر پوری آیت کے معنے یہہ ہوتے ہین کہ "مرد عورتون کے خدمتگار ہین دو وجہون سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض مردون کو امارت و فیاضی وغیرہ مین بعض پر فضیلت دی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ انہین مردون نے (عورتون پر) اپنا مال خرچ کیا ہے ..... پس (اے خدمتگارو) اگر تمکو اونہین عورتون سے (جنکے تم خدمتگار ہو) سر چڑہنے کا اندیشہ ہو تو اونکو نصیحت کرو سونے کی جگہہ مین اکیلا ڈالدو۔ اور (اونہین کو جنکے تم خدمتگار ہو) مارو۔ پہر اگر (اے خدمتگارو) وہ تمہاری فرمانبردار ہو جائین الخ واقعی کلام اللہ کی تحدی کا مطلب ایسی خوبصورتی سے جیسا کہ اس الہامی توجیہہ و تفسیر سے سمجہہ مین آگیا آجتک نہین آیا تہا۔ کلام معجز نظام کی تفسیر ایسی ہی ہونی چاہئیے۔

ح۔ حاکمی محکومی کا کچہہ ذکر اس آیت مین نہین ہے۔

ص۔ اس مین تو صرف برابر کہڑے رہنے کا رگذاری۔ خدمتگذاری۔ اور آخر مین خدمتگاری کرنیکا ذکر ہے۔

ح۔ اور اگر ہے تو معنے متبادر سے عورتون کی فضیلت اور مردون کا انکا خدمتگذار و کارگزار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ص۔ "متبادر" بہی اوسی بان کا لفظ ہے جس زبان کے لفظ "قوام علیہم" ہین جب ان

دونون کے معنے باوجود متنازع فیہ ہونے کے بلا دلیل و استشہاد مان لیے گئے۔ تو اسکے مان لینے مین کیا عذر ہو سکتا ہے۔ بیشک آپنے اس معنی کا متبادر ہونا کتب لغت سیاق سباق کلام عرب العربا۔ اجماع بلغا و فصحا۔ اور نیز سلاست۔ فصاحت و بلاغت کلام معجز نظام سے ثابت کر دیا۔

اب کوئی بہی نام نہین لینے کا کہ "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض الآیہ۔ سے مردون کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ✤

دوسری فصل حضرت حوا کی پیدایش

ح۔ اگر تحقیق پوچہو تو یہہ عقیدہ کہ پہلے آدمؑ پیدا ہوا۔ پہر حوا۔ نصرانیون اور یہودیون کا عقیدہ ہے مذہب اسلام مین اسکی کوئی اصلیت نہین ہے۔ قرآن مجید سے آدمؑ اور اوسکے جوڑہ کی پیدایش مین کوئی تقدم و تاخر ثابت نہین۔

ص۔ مصنف رسالہ نے اس عقیدہ کی نسبت جو لکہا ہے کہ نصرانیون اور یہودیون کا ہے اس سے اگر اونکا یہ مطلب ہے کہ اس وجہ سے یہہ عقیدہ باطل ہے۔ تو خلاف نفس الامر ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہودیون و نصرانیون کے عقاید باریتعالے کی ازلیت و ابدیت۔ انبیاء سابقین کی نبوت و رسالت حشر اجساد و قیام قیامت وغیرہ کی نسبت باطل ہین۔ اور اگر صرف بیان امر واقعی ہے تو صحیح ہے لیکن اس سے اس عقیدہ کے مسلمانون کی طرف منسوب ہونے پر کوئی برا اثر نہین پڑ سکتا۔

اب رہا یہہ امر کہ مذہب اسلام مین اسکی کوئی اصلیت ہے یا نہین اور "قرآن مجید سے آدمؑ اور اوسکے جوڑہ کی پیدایش مین کوئی تقدم و تاخر ثابت ہے یا نہین"۔ اسکی نسبت یہہ عرض ہے کہ مذہب اسلام مین اسکی اصلیت ہے حضرت آدمؑ و حوا علیہما السلام کی پیدایش مین تقدم و تاخر خود قرآن مجید کے نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔ اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ و تابعین اونکے علاوہ ہین۔

(۱) یٰاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا۔ سورہ نساء۔

اے لوگو تم اپنے اوس پروردگار سے ڈرو جسنے تمکو شخص واحد سے پیدا کیا اور اوسی شخص سے اوسکے جوڑے کو پیدا کیا۔

اِن تینون آیتون مین سے ہر ایک پر اسکے اثبات کی مستقل دلیل ہے کہ انسان کے ابوین مین سے ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہین جسکو تقدم و تاخر زمانی لازمی اور ضروری ہے۔ اور تیسری

(۲) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۔ سورہ اعراف۔

وہی ہو جسنے تمکو شخص واحد سے پیدا کیا اور اوسی سے اوسکا جوڑہ بنایا۔

(۳) خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا الزمر

تمکو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اُسی سے اُسکا جوڑا بنایا۔

آیت مین خود اللہ تعالے نے "ثُمَّ" کے لفظ سے اسکی تصریح بھی فرما دی ہے۔ باقی رہی اسکی تعیین کہ اُن دو مین سے پیدایش مین تقدم کسکو ہے اوسکے لیئے صرف یہہ دیکھہ لینا چاہیئے کہ آیا خود قرآن مجید نے ہمکو بتایا ہے یا نہین کہ انسان کی پیدایش حضرت آدم سے شروع ہوئی ہے یا حضرت حوّا سے۔ یا یون کہو کہ آیا قرآن مین اسکی تصریح موجود ہے یا نہین کہ انسانون مین سے سب سے پہلے کس کی تخلیق ہوئی۔

یہہ امر بھی قرآن مجید مین صراحتہً و وضاحتہً متعدد سورتون مین موجود ہے۔ سورہ سجدہ مین

(۱) اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۔ سجدہ

اوس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدایش کو مٹی سے شروع کیا۔ +

(۲) اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ صٓ۔

تمہارے پروردگار نے فرشتون سے فرمایا کہ مین مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہون تو جب مین اوسکو پورا کرلون اور اپنی روح اوسمین پھونک دون تو تم اوسکے آگے سجدہ مین گر پڑنا۔ +

(۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ الحجر۔

اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ انسان کی پیدایش مٹی سے شروع ہوئی ہے اور سورہ صٓ و سورہ حجر مین اسکو بتا دیا ہے کہ انسان کی پیدایش مٹی سے اس طور پر شروع ہوئی کہ مٹی سے ایک بشر پیدا کیا گیا جو تمام فرشتون کا مسجود ہوا۔ اور اس مین کوئی گفتگو نہین کہ وہ حضرت آدمؑ تھے نہ حضرت حوّا۔ کیونکہ اللہ تعالے نے ایک دو نہین بیسیون آیتون مین جتلا دیا ہے کہ فرشتون کو آدمؑ کو سجدہ کرنیکا حکم تھا۔

پس قرآن مجید کے الفاظ و عبارت مین موجود ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کیئے گئے اور اونہین سے اونکے جوڑے یعنی حضرت حوّا کو پیدا کیا اور ان دونون سے بہت سے مرد اور عورتین پیدا ہوئین جن سے

اور ہم ہی نے کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھنکھن بولنے لگتا ہے انسان کو پیدا کیا اور ہم جنات کو پہلے لو کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو کہا کہ مین کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنیوالا ہون تو جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوس مین روح پھونک دون تو تم اوسکے آگے سر بسجود گر پڑنا۔

(۴) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ بقرہ۔ بنی اسرائیل۔ طٰہٰ۔ کہف۔

اور جب ہم نے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب ہی نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔

انسان کی نسل جاری ہوئی۔ اسی واسطے کل مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ "نفس واحدۃ" سے حضرت آدم اور "زوجہا" سے حضرت حوا ہی مراد ہین اور یہہ اتفاق کچھہ اتباعی و تقلیدی نہین ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ بغیر تبدیل و تحریف کے ان الفاظ کے مدلول و مفہوم کچھہ اور ہو نہین سکتے ہین۔

احادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذی جارہ واستوصوا بالنساء خیرًا فانہن خلقن من ضلع وان اعوج شئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج۔ فاستوصوا بالنساء خیرًا۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المراۃ خلقت من ضلع لن تستقیم لک علی طریقۃ فان استمتعت بھا استمتعت بھا وبھا عوج۔ وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم دونون کی ایک حدیث مین یہہ ہے کہ "عورتین پسلی کی ہڈی سے پیدا ہوئی ہین" اور دوسری حدیث مین بھی جسکو مسلم نے روایت کیا ہے وہی الفاظ موجود ہین۔

آثار صحابہ و تابعین

(۱) قال ابن حاتم حدثنا محمد بن مقاتل حدثنا وكيع عن ابي هلال عن قتادة عن ابن عباس قال خلقت المرأة من الرجل فجعلت نهمتها في الرجل وخلق الرجل من الارض فجعلت نهمته في الارض فاحبسوا نسائكم ۔ ابن الكثير

حضرت ابن عباسؓ سے (جو صحابہ مین بحر العلوم اور حبر الامۃ کہلاتے تھے) منقول ہے کہ انہون نے کہا کہ عورت مرد سے پیدا ہوئی ہے اسلیئے عورت کی حاجت مرد سے ہے اور مرد مٹی سے پیدا ہوا ہے اسلیئے اوسکی حاجت مٹی سے ہے۔ پس تم اپنی عورتون کو بند رکھو۔

(۲) اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس في قوله تعالى خلقكم من نفس واحدة قال من آدم وخلق منها زوجها قال حواء من قصيراء اضلاعها ۔ جلال الدين سيوطي

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اونہون نے "من نفس واحدۃ" کی تفسیر مین کہا "آدم" سے اور خلق منہا زوجہا کی تفسیر مین کہا کہ "حوا کو آدم کی پسلیون مین سے سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کیا"

(۳) اخرج عبد بن حميد وابن ابي شيبة وابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم من مجاهد في قوله خلقكم من نفس واحدة قال آدم وخلق منها زوجها قال حواء من قصيراء آدم وهو نائم فاستيقظ فقال اثا بالنبطية امرأة ۔

(۴) واخرج عبد بن حميد وابن المنذر عن ابن عمرو قال خلقت حواء من خلف آدم الايسر الیقیا

سے علی ہذا پانچ شخصون نے مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ اونہون نے بھی من نفس واحدۃ کی تفسیر مین کہا کہ "آدم" سے اور خلق منہا زوجہا کی تفسیر مین کہا کہ حوا کو آدم کی پسلیون مین سے سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کیا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سوتے تھے۔ اور عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ابن عمروؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انہون نے کہا کہ حوا آدم کی بائین پہلو کی کوتاہ ترین استخوان سے پیدا ہوئی ہین۔

ان دلایل واضحہ و براہین ناطقہ کے مقابلہ مین مصنف رسالہ کے محض بے دلیل و ثبوت تحقیق کا کیا وزن ہو سکتا ہے۔ اور خبر نہین کہ وہ کونسا اسلام ہے جسمین حضرت حوا کے حضرت آدم سے

علیہ اسد الغابہ ۱۲۔

پیدا ہونے کی کوئی اصلیت ہی نہین ہے۔ مصنف رسالہ نے اپنی جس تحریف کی بنا پر اِس عقیدہ کو بے اصل قرار دیا ہے وہ اونکی کتاب کے صفحہ (۳۶) مین درج ہے۔ اب مین اُس صفحہ کی عبارت جہانتک کہ سورہ نساء کی آیت سے متعلق ہے بلاکم وکاست لکھکر اوسکا بھی جواب دیتا ہون

ح۔ سورہ نساء جسمین عورتون کی نسبت زیادہ تر احکام ہین اسطرح شروع ہوئی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ ط	اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جسنے تمکو ایک قسم کی جان سے پیدا کیا اور اوسی سے تمہارا

جوڑا پیدا کیا۔ اِس سورہ مین ورثا اور یتیمون اور عورتون کے حقوق بیان کیئے گیئے ہین اور اونکے حق مین بے انصافی کو منع کیا ہے اِس لئے اول ہی فرمایا کہ سب مرد اور سب عورتین ایک سی جان اور ایک سی خواہشین رکھتے ہین جس طرح تمکو حق تلفی سے رنج پہونچتا ہے اوسیطرح دوسرے مظلوم دونون اور عورتون کو پہونچتا ہے کیونکہ تم سب ایک طرحکی جان رکھتے ہو۔ اسلیئے اونکے حق مین بے انصافی کرنے سے ڈرو۔

ص۔ اس آیت کے ترجمہ مین صریح تحریف ہے اور اوسی بنا پر خلاف منشاء قائل جل جلالہ تفسیر کی گئی ہے۔ اولاً "قسم" کا لفظ بڑہایا گیا ہے۔ ثانیاً۔ واحد مؤنث غایب کی ضمیر ھا کا جو اس آیت مین لفظ زوج کا مضاف الیہ ہے۔ "تمہارا" ترجمہ کیا گیا ہے جو جمع حاضر کی ضمیر ہے۔

صورت ثانیہ کے بطلان کی نسبت تو مجھے لب کھولنے کی بھی ضرورت نہین ہے لیکن اسقدر کہدینا ضرور ہے کہ مصنف رسالہ کی طرف سے یہہ عذر پیش نہین ہوسکتا کہ "تمہارا" کا لفظ "اسکا" کی جگہہ عمداً نہین بلکہ سہواً لکھا گیا ہے۔ کیونکہ انہون نے جو معنے پہنائے ہین اور جو مطلب بیان کیا ہے وہ بغیر اسکے بادی النظر مین بھی لغو و باطل معلوم ہوتا تھا۔

قِسم کے لفظ کو اس سبب سے تحریف کہا گیا کہ یہہ اپنے جی سے بڑہایا گیا ہے آیت مین کوئی ایسا لفظ نہین ہے جسکے یہہ معنی ہوسکین واحدۃ کے معنے تو "ایک" ہوئے پہر قسم کا مفہوم کہان سے آیا۔ اگر کہا جائے کہ مقدر یا محذوف ہے تو اوسکی ضرورت اور نیز اوسکے قرائن و وجوہ کا ثابت کرنا ضرور تہا۔

یہان ہم پوری آیت نقل کرتے ہین جس سے معلوم ہوجائیگا کہ جو معنے مصنف رسالہ نے چھپایا

کئے ہین غلطی مین ڈالنے والے ہین۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۔	"النّاس" کا لفظ عام مرد و عورت دونون کو شامل ہے اسلئے

خطاب بہی عام اور خلقکم سے دونون کا پیدا کرنا مراد ہے اس مین تو مصنف رسالہ کو بہی (جیسا کہ اونکے ترجمہ اور نیز صفحہ ۳۲ کی تصریح سے ظاہر ہے) ہمارے ساتھہ اتفاق ہے۔ اور اگرچہ اونہون نے ترجمہ مین "تمہارا جوڑا" لکھدیا ہے لیکن اس مین کوئی شبہ نہین ہے کہ منہا اور زوجہا دونون مین ھا کا مرجع لفظ نفس کے سوا جو باعتبار لفظ کے مؤنث سماعی ہے جیسا کہ واحدۃ سے ثابت ہوتا ہے کوئی دوسرا ہو نہین سکتا ہے۔ اور جب کہ کہا جاتا ہے کہ ایک چیز سے ایک دوسری چیز پیدا کی گئی ہے تو پہلی چیز کے وجود تقدم سے کسی طرح انکار نہین ہو سکتا۔ اسواسطے اسکا تسلیم کرنا لابدی ہے کہ من نفس واحدۃ کے بعد ایک ضروری جملہ بقرینہ بدیہیہ بمقتضائے بلاغت محذوف ہے۔ اس سبب سے جملہ وخلق منہا اوسی پر معطوف ہے۔ اور وہ جملہ اَنْشَاَهَا یا اوسی کے مثل کوئی اور ہے جسکے معنے نفس کو پیدا کرنے کے ہین۔

نفس[1] کا لفظ بیشک باعتبار حقیقت کے دو معنون مین مشترک ہے ایک جان یعنی روح اور دوسرے انسان یعنی جسم و جان دونون کے مجموعہ مین لیکن آیت زیر بحث اور اسکے ہم معنے آیتون مین یہہ لفظ معنے ثانی ہی مین استعمال کیا گیا ہے نہ اول مین جو ان آیتون مین کسی طرح چسپان نہین ہوسکتے کیونکہ اولاً "زوجہا" کا لفظ صاف بتلاتا ہے کہ یہان روح مراد نہین ہے اس لئے کہ روح تاوقتیکہ جسم سے متعلق نہو زوجیت کے ساتھہ متصف نہین ہوسکتی اور ثانیاً صرف روح سے مرد اور عورتون کا پیدا ہونا خود تصریحات قرآن مجید اور براہین عقلیہ دونون سے باطل ہے۔ اللہ تعالےٰ جلشانہ نے روح پہونکنے کو حضرت آدم[2] اور نیز اور انسانون[3] کی تخلیق کا جزو متمم بیان فرمایا ہو پہر اوس سے مردون اور عورتون کے پیدا کرنے کے کیا معنے ہو سکتے ہین۔ علاوہ برین سارے قرآن مجید کو دیکہہ جاؤ

---

[1] النفس فی کلام العرب یجری علی ضربین احدہما قولک خرجت نفسہ ای روحہ والضرب الثانی الانسان جمیعہ روحہ وجسمہ ۱۲ - انتہی ملخصاً من لسان العرب و تاج العروس -

[2] فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی سورۂ حجر ۱۲

[3] ثم سوّٰہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ - سجدہ - ۱۲

اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ اور دوسرے انسانوں کی نسبت یہی فرمایا ہے کہ مٹی۔ گارے۔ اور پانی سے پیدا کیا ہے اور یہہ چیزین مادّی ہین اور سب کا مآل ایک ہوتا ہے۔ بخلاف روح کے جسکو خداوند تعالےٰ نے عالم "امر"[1] سے کہا ہے اور خود اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ پہر اگر انسان کی تخلیق روح سے قرار دیجائے تو دوسری آیتون کے ساتہہ تخالف وتضاد واقع ہوتا ہے۔ ان تمام امور کو مدنظر رکہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "نفس واحدۃ" سے شخص واحد مراد ہے اور آئیت زیربحث کے صاف وصریح معنے یہی ہین کہ "اے لوگو تم اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمکو ایک ہی شخص (یعنے آدم) سے اس طرح پیدا کیا ہے کہ (پہلے اوسکو پیدا کیا) پہر اوسی سے اوسکے جوڑے (یعنے حوّا) کو پیدا کیا۔ اور دونون سے بہت سے مرد اور عورتین پہیلائین۔

اب یہہ دیکہنا چاہیئے کہ یہہ آیت آیا اس سیدہے سادے صاف وصریح معنے کے ساتہہ نہائیت چسپان عنوان سورۂ نساء کا ہوسکتی ہے یا اوس معنی کے ساتہہ جو توڑ مروڑ کر مصنف رسالہ نے اوسے پہنائے ہین۔

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ جلّشانہٗ نے اس عنوان سے کہ (یَآاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ) اے لوگو تم اپنے پروردگار سے ڈرو۔ صرف دو سورتون کو شروع کیا ہے۔ ایک سورۂ نساء کو جو نصف اول مین ہے اور ابتدا سے چوتہی سورت ہے۔ اور دوسرے سورۂ حج کو جو نصف اخیر مین اور پندرہوین سے چوتہی سورت ہے۔ اول الذکر مین نکاح۔ طلاق۔ تقسیم ترکہ۔ زوجین اور یتیمون کے حقوق کا بیان ہے جنکا لبّ لباب دو لفظ یعنے "امور معاش" ہے اس لئے اوسمین انسانون کو اوسکی ہدائیت اور اوسمین اپنی عجیب وغریب اور کامل قدرت یعنے ایک شخص سے کرورڈن آدمیون کا پیدا کرنا یاد دلاکر ڈرایا۔ اور احکام مابعد کو ماننے کے لئے آمادہ وتیار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً" اور ثانی الذکر مین جو کچہہ بیان ہے اوسکا خلاصہ امور معاد ہے اس لیئے اوسمین ڈرانے کی وجہ قیامت کی ہیبت کو قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ" علاوہ ازین اسی معنے اور توجیہہ سے یہہ نتیجہ بہی نکلتا ہے کہ جب کل انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہین۔ تو ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ دوسرے کو اپنی ذات کا سا سمجہے اور اوسپر کسی طرح کا ظلم وستم نہ کرے اور

[1] قل الروح من امر ربی۔ ۱۲۔

اپنے سے کمزورون یعنے یتیمون اور عورتون پر ہرگز ظلم و زیادتی روا نہ رکہے اسلیئے کہ ۵

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بیغمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

تیسری فصل تعدد ازدواج کی بحث

ح - مردون کے لیئے ایک وقت مین چار عورتون کا نکاح جایز ہونا اور اوسکا برعکس جایز نہونا محض غلط بیانی اور تحکم کی بات ہے مشکل یہہ ہے کہ لوگ الفاظ کی پیروی پر مرتے ہین اور بجائے اسکے کہ معنی سخن اور حقیقت مراد الٰہی تک پہنچیں اصطلاحات کی بحث پسند کرتے اور مخالف کو ساکت کر دینا غایت مناظرہ سمجھتے ہین۔ لوگون نے قرآن مجید مین پڑہا کہ فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ اور خوش ہو گئے کہ قرآن مجید مین چار بیبیان تک نکاح مین لانے کی اجازت صریح موجود ہے۔ حالانکہ اگر ذرا تعمق کی نگاہ سے دیکہا جائے۔ تو قرآن مجید سے کوئی اس قسم کی صریح اجازت نہین نکلتی۔ بلکہ ایک وقت مین ایک سے زیادہ نکاح کرنا بالکل ناجایز ثابت ہوتا ہے اور اسکا مرتکب مرتکب حرامکاری ٹہرتا ہے۔

ص - ۵ تیغ ہی سیف ہی سپر ہی ہے ٭ پل بے جرأت کہین کمر ہی ہے ٭ وعدے تو ایسے لمبے چوڑے کہ جانب مخالف کے سر پر ایک ہی دم مین غلط بیانی۔ تحکم۔ الفاظ کی پیروی پر مرنے مناظرہ کی غایت کو نہ سمجہنے اور تعمق کی نگاہ سے نہ دیکہنے وغیرہ کے بہت سے الزام دہر دیئے گئے۔ اور تعدد ازدواج کے مجوز ایک دم سے مرتکب حرامکاری ٹہیرائے گئے۔ اور اسکا بہی خیال نہ رکہا گیا کہ یہہ سب ستم کہان کہانتک پہونچتا ہے۔ اور دلائل کا یہہ حال کہ کوئی تحریف معنوی پر مبنی ہے تو کوئی انکار لفظی پر کسی مین صریح مغالطہ ہے تو کسی مین صاف دہوکا۔ ایک جگہہ کسی فن کی برائے نام اصطلاح سے کام نکالا گیا ہے۔ تو دوسری جگہہ خود اوس فن کا نام بدنام کیا گیا ہے ٭

یہہ تحریر کسی پرکسے روشنی کے طالبعلم و ملاکی جن بیچارون کو نیم وحشی وغیر مہذب کہا جاتا ہے ہوتی۔ تو خدا جانے کیسا کلنگ کا ٹیکا اوسکو لگا یا جاتا۔ مگر یہہ تو ایک روشن دماغ عالی خیال علوم مشرقیہ و مغربیہ دونون کے ماہر سنئیے اور پڑہے ہوئے اپنے دونون سرچشموں سے سیراب۔ دونون قسم کے تمدن و تہذیب سے بہرہ ور شخص کی تحریر ہے انکو کون کہہ سکے کہ دعوون کی حقیت و صحت و قوت کا معیار براہین و دلائل کی بداہت و قطعیت و استحکام ہے نہ کہ کلام کی درشتی و خشونت۔

ہمنے مصنف رسالہ کے دلائل کی نسبت جو ابہی چند الفاظ سخت اکراہ کے ساتھ لکھے ہرگز عصبیت یا بیچ کی وجہ سے نہین ہین بلکہ مجھے نہایت افسوس کے ساتھہ یہہ کہنا پڑتا ہے کہ واقع مین وہ ایسے ہی ہین۔ جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ +

پہلی دلیل کی تردید

ح - اولاً اس آیت مین سخت اجمال ہے۔ اس حکم خداوندی سے یہہ ظاہر نہین ہوتا کہ چار عورتین اس طرح جائز ہین کہ ایک وقت مین اون سے نکاح کر لیا جائے۔ یا اس طرح کہ ایک کے مرنیکے بعد دوسرا نکاح ہو۔ اور دوسری کے مرنیکے بعد تیسرا نکاح۔ اور تیسری کے مرنے کے بعد چوتھا۔ اور چوتھے نکاح کے بعد نکاح کی کلّی ممانعت ہو۔ یا یہہ مراد الٰہی ہو کہ اگر اتفاقاً کسی حالت صحت جسمی کے نقص سے بیوی فرائض زوجیت کے پورا کرنے کے قابل نہ رہے تو دوسرا نکاح۔ اور اوسکی معذور ہونے پر تیسرا نکاح علےٰ ہذا القیاس۔ چار نکاح تک جائز رکھے گئے ہون۔ یا شاید یہہ مقصود ہو کہ پہلی بیوی کو طلاق دیکر دوسری۔ اور دوسری کو طلاق دیکر تیسری۔ اور تیسری کو طلاق دیکر چوتھی بیوی سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ نکاح جایز نہین ہین۔ یا شاید مقصود قرآنی یہہ ہو کہ ازدواج ثانی زوجہ اول کی یا اوسکے عزیزون کی رضامندی کی شرط سے عمل مین آنا چاہیئے چونکہ آیت مذکورہ صدر مین کوئی امر ایسا نہین ہے جس سے ان مختلف معانی مین سے کوئی معنی واحد بالتصریح معین ہو سکین۔ اسلئے ہم اس آیت کو مجمل قرار دیتے ہین جو مفید قطعیت نہین ہو سکتی اور بدین وجہ وہ کسی حکم شرعی کے لئے نص نہین ہے۔ +

ص۸ مصنف رسالہ کے اس دعوے کی کہ "قرآن مجید سے کوئی اس قسم (تعدد ازواج)
کی صریح اجازت نہین نکلتی۔ بلکہ ایک وقت مین ایک سے زیادہ نکاح کرنا بالکل ناجائز ثابت ہوتا ہے"
پہلی دلیل یہہ ہے کہ یہہ آیت مجمل ہے۔ اور مجمل مفید قطعیت نہین ہوسکتی۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ
اس دلیل مین اگر مجمل سے وہ مراد ہے جسکی تعریف علم اصول فقہ مین کی گئی ہے تو صغرےٰ ممنوع ہے
یعنے وہ تعریف اس آیت پر صادق نہین آتی۔ اور اگر اس سے کوئی اور مراد ہے تو کبرےٰ ممنوع
یعنے اسکی نسبت یہہ کہنا صحیح نہین ہے کہ مفید قطعیت نہین ہوسکتی۔

اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ اصول فقہ مین "مجمل"[1] اوسکو کہتے ہین جسکا مطلب ایسا مخفی ہو کہ خود
لفظون سے سمجھہ مین نہ آوے۔ اور یہہ خفا خواہ اس سبب سے ہو کہ چند معنے مساوی احتمال کے پیدا ہوتے
ہون۔ خواہ اس سبب سے کہ لفظ غیر مانوس ہو یا اس سبب سے کہ ظاہری معنے مراد نہ ہو اور مراد غیر معلوم ہو
یہانتک کہ متکلم سے پوچھنے یا بطور خود تحقیق اور پہر اوسمین غور و تامل کرنے کی ضرورت ہو۔ اس تعریف
کو نصب العین رکھکر آیت زیر بحث پر نظر دوڑایئے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہہ تعریف ہرگز اس
آیت پر صادق نہین آتی (فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ) کے جو معنی
و مطلب ہین وہ صاف ظاہر ہین اسمین کوئی لفظ مشترک ہے نہ غیر مانوس۔ اور نہ ظاہر کے سوا کوئی اور
معنے اس سے مراد ہین جسطرح سے کہ اس کے اردو ترجمہ سے اسکا مطلب ہر شخص جسکی مادری زبان
اردو ہے بے تامل سمجھہ لیتا ہے۔ اوسیطرح سے اصل آیت سے ہر شخص جسکی مادری زبان عربی ہے
بلکہ غیر ملک کا شخص بہی جو عربی زبان سمجھتا ہے معنی مقصود کو سمجھہ سکتا ہے۔ اب رہے وہ خارجی اور عارضی
احتمالات جو مصنف رسالہ نے پیدا کیے ہین۔ اونسے اس آیت کے نفس معنے و مقصود کے سمجھنے مین
کوئی دشواری واقع نہین ہوتی۔ بلکہ خلاف اسکے اصولیون نے اپنی تصنیفات مین صراحت و وضاحت کے
ساتھہ لکھا ہے کہ یہہ آیت ایک اعتبار سے "ظاہر"[2] اور دوسرے اعتبار سے "نص"
ہے۔ بیان صدر مجمل کی تعریف اس آیت پر صادق نہ آنا اس قدر صاف و صریح ہے کہ کوئی
شخص اس سے انکار نہین کرسکتا تاہم مزید توضیح کے لئے مین ایک مثال دیکر سمجھاتا ہون۔ اگر عربی

---

[1] کتاب التعریفات للسید الشریف۔ ۱۲۔ [2] دیکہو اصول بزدوی کشف بزدوی توضیح شرح تنقیح کتاب التعریفات للسید الشریف ۱۲۔

مین "زَیدٌ قَائِمٌ" کہو یا اردو مین "فلان شخص کہڑا ہے" تو اصول فقہ کی اصطلاح مین یہہ کلام ہرگز مجمل نہین کیونکہ جو کچھہ اسکے معنے ہین وہ بالکل ظاہر ہین لیکن اسپر بہی اسمین بہت سے احتمال باقی رہجاتے ہین جو اس جملہ سے رفع نہین ہو سکتے۔ وہ احتمالات یہہ ہین۔ (۱) کیون کہڑا ہے۔ (۲) کہان کہڑا ہے۔ (۳) کس لئے کہڑا ہے۔ (۴) کب سے کہڑا ہے۔ (۵) کس وضع سے کہڑا ہے۔ (۶) کسی اور کے کہنے سے کہڑا ہے یا اپنی خوشی سے کہڑا ہے وغیرہ وغیرہ علیٰ ہٰذ القیاس۔ اللہ تعالےٰ کا یہہ فرمانا کہ (تم عورتون سے نکاح کرو جو تمکو اچہی معلوم ہون دو دو تین تین چار چار سے) بالکل صاف اور ظاہر ہے۔ اور جسطرح کہ خارجی وعارضی احتمالات کی وجہ سے جملہ (زَیدٌ قَائِمٌ) مجمل نہین ہو سکتا۔ اوسی طرح سے اون احتمالات کی وجہ سے جو مصنف نے پیدا کئے ہین۔ آئت زیر بحث مجمل نہین ہو سکتی۔ اور جب مجمل نہوئی تو جو اصلی حکم عدم قطعیت کا اسپر لگایا گیا ہے وہ بہی غلط ہوا۔ +

اور اگر یہہ کہا جائے کہ مصنف رسالہ نے "مجمل" سے اصولیون کا مصطلح نہین مراد لیا ہے بلکہ یہہ کہ جس مین چند احتمالات پیدا ہو سکتے ہون جیسا کہ اونکی دلیل سے معلوم ہوتا ہے تو ہمے اس مین کلام نہین لَا مُنَاقَشَةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ لیکن اس صورت مین یہہ تسلیم نہین کیا جاسکتا کہ ایسا مجمل مفید قطعیت نہین ہو سکتا۔ اور مصنف رسالہ نے کچھہ بیان نہین کیا کہ کس دلیل نقلی یا عقلی سے یہہ حکم عدم قطعیت کا اوسپر لگایا گیا ہے۔ اصطلاح قایم کرلینا بیشک ایک اختیاری امر ہے لیکن اس اصطلاح پر جو احکام مترتب کئے جائین اونکا ثابت کرنا ضروریات سے ہے۔ +

اگر بطریق تنزل مصنف رسالہ اور بحث کی خاطر اسکو تسلیم کر لیا جائے کہ ایسا مجمل بہی مفید قطعیت نہین ہو سکتا تو یہہ آئت مصنف کی تعریف کی رو سے بہی مجمل نہین کہی جاسکتی۔ کیونکہ مصنف نے اس آیت کو مجمل قرار دینے کیلئے پانچ احتمال پیدا کئے ہین۔ حالانکہ ایک کے سوا جو اصل مقصود ہے کسی اور احتمال کی اس آیت مین گنجائش ہی نہین رہے۔ پہر اسپر عدم قطعیت کا حکم کیونکر لگایا جاسکتا ہے اس لئے کہ احتمالات خمسہ مین سے نمبر (۲) اور (۴) خود اوسی آیت کے دوسرے جملہ سے باطل ہین۔ اور اوس کے سمجہنے کے بعد کسی عاقل کو ان احتمالات کا وہم بہی نہین ہو سکتا۔ اللہ جلشانہ یہہ حکم بیان فرماکر کہ تم دو دو تین تین چار چار بیبیان کرسکتے ہو فرماتا ہے

کہ اگر عدل نہ کرسکو تو بس ایک ہی - اس سے صاف ظاہر ہے کہ عدل[1] کی ضرورت اور اوسکے عمل مین نہ آسکنے کا اندیشہ دو یا زیادہ بیبیون کی صرف اجتماع کی ہی صورت مین ممکن ہے نہ افتراق مین - باقی رہے احتمال نمبر (۳) اور (۵) یہہ احتمالات نہین ہین بلکہ غیر مشروط کو مشروط اور مطلق کو مقید کرنا ہے جو ایک قسم کا نسخ اور فحوائے کلام سے زائد ہے - اور جسکی گنجایش سے دنیا کا کوئی کلام خالی نہین ہوسکتا - حالانکہ احتمال کے یہہ معنے ہین کہ الفاظ وعبارت سے اوسکا خیال پیدا ہو - مگر کسی صحیح العقل غیر مختل الحواس آدمی کے ذہن مین اس آیت کے معنے سے ایسی شرط وتقیید کا وہم بھی نہین گذر سکتا ہے -

اسی دلیل کے ضمن مین مصنف رسالہ نے ایک دوسرا دعوے کیا ہے اور وہ یہہ ہے -

ح - ہمارے علماء اسکو تسلیم کرین یا نہ کرین مگر ہمین یقین ہے کہ غالب احتمال یہہ ہے کہ پہلی بیوی اور اقربا کی رضامندی شرط ہے - اس یقین کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمارے لئے کافی دلیل ہے - صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے جسکا خلاصہ مضمون یہہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باوجود موجودگی حضرت فاطمہؓ کے ارادہ کیا تھا کہ ابوجہل کی لڑکی سے جسنے اسلام قبول کرلیا تھا نکاح کرلین - چنانچہ اوس لڑکی کے رشتہ دارون نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی اجازت طلب کی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت غصہ آیا - اور آپ نے منبر پر بیٹھکر ایک خطبہ پڑھا جس مین بیان کیا کہ یہہ لوگ مجھہ سے اجازت چاہتے ہین کہ میری بیٹی کے ہوتے علیؓ کو اپنی بیٹی نکاح مین دین - سو مین نہین اجازت دیتا - نہین اجازت دیتا - نہین اجازت دیتا - ہان علیؓ کو ایسا ہی کرنا منظور ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے - اور دوسری بیوی کرلے - فاطمہؓ میری لخت جگر ہے جو اوس سے برائی کریگا وہ مجھہ سے برائی کریگا - جو اوسکو ستائیگا وہ مجھکو ستائیگا -

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگون نے حکم قرآنی سے یہہ سمجھا تھا کہ نکاح ثانی کے لئے اجازت از قسم مذکورہ بالا حاصل کرنی ضرور ہے - اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار

---

[1] گو اردو مین تسامحاً اقساط اور عدل دونون کا ترجمہ انصاف کیا جاتا ہے لیکن عربی مین دونون کے مفہوم اور استعمال مین فرق ہے - عدل کا صحیح ترجمہ سبکو ایک نگاہ سے دیکھنا یا اسکا مترادف ہوسکتا ہے - خود آیت زیر بحث اور اٹھارہوین رکوع مین یتیمون کیلئے اقساط اور بیبیون کیلئے عدل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے - یہہ تفریق آیندہ کی بحث مین کام آئیگی - ۱۲

شدید سے ثابت ہوتا ہے کہ اجازت دینا نہ دینا فریق ثانی کی اپنی خوشی پر منحصر ہے۔ اگر حکم الٰہی بغیر رضامندی زوجہ اول نکاح ثانی کی اجازت دیتا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فعل معاذ اللہ خلاف حکم خداوندی ٹھہیریگا۔

ص۔ بخاری کی حدیث کا صحیح ترجمہ بلاکم وکاست یہہ ہے "مسور[1]" کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہہ کہتے سُنا کہ بنی ہشام ابن المغیرہ نے مجھہ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علیؓ ابن ابی طالب سے کردین۔ تو مین اجازت نہ دونگا۔ نہ دونگا پر نہ دونگا۔ ہان اگر علیؓ کو ایسا ہی کرنا منظور ہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے اور اونکی بیٹی سے نکاح کرلے۔ فاطمہؓ میری لخت جگر ہے جو اُس سے بُرائی کریگا وہ مجھہ سے بُرائی کریگا۔ جو اوسکو ستائیگا وہ مجھکو ستائیگا"

مین نے جو اصل حدیث اور اوسکا ترجمہ دیا ہے اس سے صرف یہہ مقصود ہے کہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ اصل حدیث کے الفاظ و معنے کیا ہین۔ اور بنی ہشام ابن المغیرہ (جس سے مراد ابوجہل اور اوسکے بھائی بند ہین) کا ذکر کیون ترک کیا گیا۔ اور اونکو "بعض لوگون" سے کیون تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن جو نتیجے اس سے نکالے گئے ہین وہ ہرگز نہین نکلتے۔ پہلا نتیجہ یہ ہے کہ "بعض لوگون نے حکم قرآنی سے یہہ سمجھا تھا کہ نکاح ثانی کے لئے اجازت از قسم مذکورہ بالا حاصل کرنی ضرور ہے" اولاً یہہ کہنا کہ حکم قرآنی سے یہہ سمجھا تھا اوسوقت صحیح ہوتا جبکہ مصنف نے ثابت کردیا ہوتا کہ اِس حدیث کا واقعہ نزول آیت زیر بحث کے بعد کا ہے۔ یا یہہ بعدیت مسلمات مین سے ہے۔ اور جب دونون صورتین مفقود ہین تو یہہ نتیجہ ادعا محض ہے۔ ثانیاً کسی شخص کے کسی کام کو ایک مرتبہ کرنے سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ اوسنے اوسکو ضروری سمجھا تھا نہایت حیرت انگیز ہے۔

ثالثاً وہ "بعض لوگ" جنکا سمجھنا بطور حجت پیش کیا گیا ہے کون تھے؟ ابوجہل اور اوسکے بھائی بند

---

[1] عن المسور بن مخرمة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھشام بن المغیرة استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتھم فانما ھی بضعة منی یریبنی ما ارابھا و یؤذینی ما اذاھا ھکذا۔ ۱۲ صحیح البخاری صفحہ [illegible] مطبوعہ مطبع نظامی ۱۲

جنکو قرآن ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور پیروانِ قرآن سے وہی واسطہ تہا جو یہودیون کو انجیل اور
حضرت عیسٰیؑ اور اونکے حواریون سے ۔

دوسرا نتیجہ یعنے "رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار شدید سے ثابت ہوتا ہے کہ
اجازت دینا نہ دینا فریق ثانی کی اپنی خوشی پر منحصر ہے" بالکل معقول اور صحیح ہے لیکن اس نتیجہ سے جو
یہہ قضیہ شرطیہ نکالا گیا ہے کہ "اگر حکم الٰہی بغیر رضامندی زوجہ اول نکاح ثانی کی اجازت دیتا تو جناب
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فعل معاذ اللہ خلاف حکم خداوند تعالے ٹھہریگا" کسی طرح صحیح نہین
اس لئے کہ (اولاً) یہی نہین ثابت ہے کہ یہہ واقعہ نزول آیت کے بعد کا ہے۔ ثانیاً کوئی ذی عقل
نہین کہہ سکتا کہ اجازت نہ دینے سے کیونکر یہہ نتیجہ نکل سکتا ہے اسواسطے کہ جب اجازت دینا ایک
امر اختیاری تہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جانب نفی کو اختیار کرنا کسیطرح حکم خدا کے خلاف نہین
تہا۔ اس لئے کہ خدائے تعالے نے نکاح ثانی کو فرض یا واجب نہین قرار دیا ہے بلکہ فعل اختیاری۔

اب ہم بطور معارضہ بالقلب کے کہتے ہین کہ یہہ حدیث مجمل ہے اور مجمل مفید قطعیت نہین ہوسکتی
چہ جائیکہ نص قرآنی کی اس سے تخصیص و تقیید ہو۔ اور مجمل اسلئے ہے کہ اسمین بہت سے احتمالات ہین
(۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی خاص حالت کا یہہ اقتضا ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا شرکت
غیرے اونکے ہی ہو کر رہین۔ اسلئے کہ مان اور بہائیون کے یکے بعد دیگرے قضا کرجانے سے
اونکا دل بہت نازک ہوگیا تہا۔ اور شوہر کے سوا اور کسی سے اونکی دلبستگی نہین ہوگئی تہی جیسا کہ
زہری کی روایت مین ہے۔

(۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حمیت و غیرت دینی سے نہین چاہا کہ انکی صاحبزادی اور
دشمن خدا کی بیٹی ایک رتبہ پر رہے اور دشمن دین کو فخر و مباہات کا ایک ذریعہ ہاتہہ آئے۔

(۳) آپنے حضرت علیؑ کو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی اجازت خود حضرت علیؑ کو ایک امر ممنوع
سے بچانیکے لئے نہین دی ہو۔ اِس لئے کہ دشمن خدا کی تعلی کو دیکہکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اذیت پہونچتی۔ اور نبی کو اذیت دینا حرام ہے۔

(۴) ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جناب سیدہ رضی اللہ تعالے عنہا کے خصائص مین ہو۔
(۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کی روحانی ترقی مین اوسوقت کے اعتبار سے دوسرے

نکاح کو مخل سمجھا ہو۔

(۶) اوسوقت تک یہہ آیت نہ اوتری ہو۔

(۷) امام بخاری کے عنوان باب سے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے قرین قیاس احتمال یہہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ نکاح کرنا مساوی پہلو رکھتا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس منصب کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کے باپ تھے نہ بحیثیت نبوت کے اس خاص صورت مین نفی کے پہلو کو اختیار فرمایا جسمین کسی قسم کی قباحت شرعی نہ تھی جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس حد تک کسی فرض یا واجب یعنے ضروریات دین مین سے کسی ترک کا ارتکاب نہو باپ کا فرض یہی ہے کہ حتے الوسع اپنی اولاد کے حقوق کی توسیع چاہے اور اونکا جانبدار رہے۔ اور یہہ بالکل فطرت کے مطابق ہے۔

دوسرا معارضہ یہہ ہے کہ جب مصنف رسالہ نے اپنے مطلب کے اثبات مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے کو مشرکون اور خدا کے دشمنون کا قرآن سے ضروری سمجھنا قرار دیکر حجت گردانا ہے۔ تو ہم اگر یہہ بتادین کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور موحدون اور خدا کے دوستون نے وہ مطلب سمجھا تھا جو ہم کہتے ہین نہ وہ جسکے اثبات کے درپے مولوی ممتاز علی صاحب ہین تو اونکو تعدد ازدواج کو بشرط عدل کے سوا اور کسی طرح سے غیر مشروط مان لینے مین کیا عذر ہوسکتا ہے

سنن ابی داؤد مین ایک صحابی سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ "جب مین ایمان لایا تھا میرے پاس آٹھہ عورتین تھین چنانچہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا آپنے فرمایا کہ اون مین سے چار کو چن لو" اور جامع ترمذی مین ایک دوسرے صحابی سے روایت ہے کہ اون کے اسلام لانے سے پہلے اونکی تحت مین دس عورتین تھین وہ بھی مسلمان ہوگئین۔ تو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو حکم دیا کہ اون مین سے چار کو چن لین۔ اے کاش ہمارے مصنف علامہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکے جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی

روی عن الحرث بن قیس او قیس بن الحرث قال اسلمت وعندی ثمان نسوة فذکرت ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اختر منهن اربعًا۔ ابی داؤد۔

عن ابن عمران غیلان ابن سلمة الثقفی اسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمن معه فامره رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یختار منهن اربعًا۔ ترمذی۔

سمجھہ کی پیروی کرتے تو وہ اور ہم دونون تضیع اوقات عزیز سے اور عوام الناس دہوکا کہانیسے بچ جاتے۔

ح۔ علاوہ ازین ہم باب النکاح مین ثابت کرینگے کہ ہمارے علما محدثین نے جایز رکہا ہے کہ بروقت نکاح عورت یہہ شرط کرلے کہ شوہر نکاح ثانی نہین کریگا۔ اس شرط کا جواز خود ظاہر کرتا ہی کہ دوسرا النکاح زوجہ اول کی رضامندی پر موقوف ہے۔ اگر یہہ رضامندی شرط نہ ہوتی تو بروقت نکاح بہی ایسی شرط ٹہرانی جایز نہ ہوتی۔ اور نہ وہ بعد نکاح کے شرعًا واجب النفاذ ہوتی

ص۔ اولاً ہم نہین سمجہتے کہ یہہ کس قسم کا استدلال ہے۔ ہمارا خیال یہہ ہے کہ خود مصنف نے اگر اس کتاب کی نظر ثانی کی ہوتی تو وہ ضرور اس دلیل کو نکال دیتے۔ اسکو تو لفظی مغالطہ بہی نہین کہہ سکتے اس سے تو دوسرے نکاح کا زوجہ اول کی رضامندی پر موقوف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس دلیل کا لب لباب قیاس اقترانی کی صورت مین یہہ ہے کہ ممانعت نکاح ثانی ایک جایز شرط ہے۔ اور جو چیز جایز شرط ہہو وہ ضروری شرط ہے یعنی ایک ہی شئے ایک ہی حیثیت سے ایک ہی معاملہ مین جایز اور ضروری دونون ہے۔ اور قیاس استثنائی کی صورت مین یہہ ہے کہ اگر ایسی رضامندی بطور لازمی شرط نہوتی تو بروقت نکاح بہی ایسی شرط ٹہرانی جایز نہ ہوتی۔ اور بروقت نکاح ایسی شرط ٹہرانی جایز ہے اسلئے یہہ رضامندی بطور لازمی شرط ہے۔ حالانکہ یہہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر ایسی رضامندی بطور لازمی شرط ہی ہوتی تو بروقت نکاح ایسی شرط ٹہرانی لغو و تحصیل حاصل ہوتی۔

دوسرے لفظون مین ہماری تقریر کا خلاصہ یہہ ہے کہ جایز وہ شئے ہے جسکا وجود و عدم دونون برابر ہو۔ اور جو چیز کسی شئے کی موقوف علیہ ہوتی ہے اوسکا وجود اوس چیز کے وجود کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ پس جب پہلی بیوی کی رضامندی ایک شرط جایز ٹہری تو ہر حال مین اوسپر نکاح ثانی کا موقوف ہونا ایک ایسا امر ہے جسکا باطل ہونا بدیہی ہے۔

ثانیاً خود مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۲ مین جسکا یہان حوالہ دیا ہے جو کچھ لکہا ہی اوس سے دوسرے اور تیسرے اور چوتہے نکاح کا زوجۂ اوّل کی رضامندی پر موقوف رہنا تو کسی طرح ثابت نہین ہوتا۔ لیکن تعدد ازواج جسکی یہان بحث ہے اور جسکو مصنف رسالہ علی رغم خدا و رسول ناجایز ثابت کرنا چاہتے ہین اوس مقام سے بہی یقینی و قطعی طور پر ثابت ہے۔ اسلئے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح مین ایک باب لکہا ہے جسکا عنوان یہہ ہے کہ " وہ شرطین جو نکاح مین حلال نہین ہین "

اِس باب مین اونہون نے پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا جو فقہا صحابہ مین سے تہے قول نقل کیا ہے کہ عورت کو یہہ شرطین نہین کرنی چاہئین کہ اوسکی بہن (یعنے پہلی بی بی) کو طلاق دیدیجائے اسکے بعد حدیث مرفوع یعنے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وجب الانقیاد نقل کیا ہے کہ۔ "کسی عورت کو حلال نہین ہے کہ اپنی بہن کو طلاق دیدینے کی درخواست کرے۔ تاکہ شوہر بالکل اوسی کا ہوجائے۔ کیونکہ جو اوسکے مقدر مین ہے وہ اوسکو ملے ہی گا" اگرچہ مصنف رسالہ نے صحیح بخاری کا حوالہ نہین دیا ہے لیکن اثنائے کلام مین ان لفظون مین لکہا ہے کہ "ایک حدیث مین آیا ہے" بہرحال خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک فقیہہ صحابی دونون کے قول سے ایک بی بی کے رہتے دوسری اور تیسری اور چوتہی سے نکاح کا جواز روز روشن کیطرح ثابت ہے۔ *

ح۔ پس قرآن مجید سے کوئی اجازت بالعموم چار نکاحون کی جسطرح لوگون نے سمجہ رکہا ہے نہین نکلتی۔ بلکہ مسئلہ عام نکاح کے باب مین قرآن کا بالکل سکوت ثابت ہوتا ہے۔

ص۔ اوپر کی تقریرون سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید مین بشرط عدل چار نکاحون کی (جسطرح سے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور علماء اعلام نے سمجہا تہا اور اسوقت تک تقریبًا کل فرق اسلام کے پیروون نے سمجہہ رکہا ہے) عام اجازت ہے۔ اور جو کوشش صاف و سیدہی آیت کو مجمل یا مخصص یا مقید ٹہرانے کی گئی وہ رائیگان ہوگئی۔ *

دوسری دلیل کی تردید

ح۔ ثانیًا اِس آیت مین صاف عدل کی سخت اور ناممکن التعمیل شرط لگائی گئی ہے۔

ص۔ بیشک عدل کی شرط لگائی گئی ہے اور وہ سخت بہی ہے لیکن اوسکا ناممکن التعمیل ہونا مسلم نہین ہے۔ عبارت بالا سے نہین معلوم ہوتا کہ "سخت" پر ناممکن التعمیل کا عطف کیسا ہے لیکن مابعد کی تقریر سے مستنبط ہوتا ہے کہ سخت کا لفظ بیفائدہ استعمال کیا گیا ہے۔

ص۔ اور فرمایا گیا ہے کہ اگر خوف ہو کہ عدل نہ کرسکوگے تو صرف ایک نکاح لازم ہے

اب سوال یہہ ہے کہ عدل مین کون کون سے امور داخل ہین۔ اور انسان سے عدل کا ہونا ممکن ہے یا نہین۔ قائلین تعدد ازدواج نان و نفقہ و دیگر مصارف و مکان سکونت و شب باشی کی نوبت مین مساوات مطلوب ہونیکے مدعی ہین۔

ص۔ آپکے سوال کا جواب بہت ہی صاف صاف خدا اور اوسکے رسول دونون نے دیا ہے۔ خدا نے تو " فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ " مین جسکا بیان وضاحت کے ساتھ آگے آئیگا۔ اور اوسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل دونون کے ذریعہ سے۔ چنانچہ جامع ترمذی۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ اور دارمی مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کی روایت ہے وہ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون مین باری تقسیم فرمایا کرتے اور اوس مین مساوات کا خیال رکھتے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خداوندا جو کچھہ میرے اختیار مین ہے اوسمین میری یہہ تقسیم ہے لیکن جو کچھہ تیرے اختیار مین ہے اور میرے اختیار مین نہین ہے اوسکے بارہ مین مجھے ملامت نہ کر۔ اور ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ آیت (لن تستطیعوا ان تعدلوا) حضرت عائشہ رض کے بارہ مین اوتری ہے جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار اور بیبیون کے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ معاویہ ابن حیدہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہماری بیبیون کے کیا حقوق ہمپر ہین۔ آپنے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اونکو کھلاؤ۔ اور جب کپڑے پہنو تو اونکو پہناؤ۔ اور اونکے مُنھہ پر نہ مارو۔ اونکو بُرا نہ کہو۔ اور اونسے جدائی نہ کرو مگر گھر مین۔

پس قائلین تعدد ازدواج اپنے جی سے گھڑ کر کچھہ نہین کہتے۔ بلکہ خدا و رسول کے فرمان واجب الاذعان کو دستور العمل جانتے ہین۔

ح۔ اور ہم ان امور مین محبت قلبی ہمدردی بھی جو اصل اصول انکاح ہے داخل سمجھتے ہین۔

ص۔ آزادی کا زمانہ ہے۔ آپ کو اپنی نسبت اختیار ہے جو کچھہ چاہین بغیر دلیل و برہان کے سمجھہ لین لیکن جو لوگ اسلام کو خدا کی شریعت سمجھتے ہین وہ شریعت کو خدا اور رسول سے اخذ کرینگے نہ زید و عمرو سے۔

مصنف نے جو دلیل نقلی و عقلی اسکی دی ہے اونکی حقیقت آیندہ منکشف ہوگی اس مقام

پر معارضانہ مختصر سی تقریر ہے کہ محبت قلبی ہمدردی اصل اصول نکاح اور عدل مین داخل نہین ہوسکتی
اس لئے کہ "اصل اصول نکاح" سے اگر اونکا مطلب یہہ ہے کہ نکاح کے لئے لازمی اور بغیر اسکے
نکاح نادرست ہے تو بالکل غلط ہے کیونکہ محبت قلبی کوئی اختیاری امر نہین ہے۔ اور جب اختیاری نہین
ہے تو اللہ تعالے جو حکیم مطلق ہے اور اپنے بندون پر ظلم کرنے والا نہین ہے۔ اسکو ایک ایسے
امر کے لئے جو تقریبا ہر شخص کے لئے ضروریات زندگی مین سے ہے موقوف علیہ نہین بنا سکتا۔
اور بفرض محال اگر یہہ امر اضطراری نکاح کا موقوف علیہ ہو بہی تو اونکا اسکی تصریح ضرور ہے کہ آیا اوس محبت
کا وجود انعقاد نکاح کے وقت ضرور ہے تو اوسکے لئے کورٹ شپ واجبات مین سے قرار پائے
اور اگر نکاح کے بعد ہے تو اوسکے لئے آخر کتنی مہلت ہے۔ اور اگر اوس مہلت کے اندر محبت قلبی
نہ ہوئی اور طلاق وخلع کی بہی نوبت نہ آئی تو وہ نکاح ناجائز ہوجائیگا یا کیا۔ اور ثانیا بہت زیادہ حصہ
ایک نکاح کا بہی باطل ٹہرتا ہے۔ اور محبت ہوکر زائل ہوجانے کی صورت مین نکاح کا ابطال لازم آتا
ہے۔ اور اگر اصل اصول سے کوئی غیر لازمی شئے مراد ہے تو نفس نکاح کے لئے اوسکا وجود وعدم
دونون برابر ہے۔ علی ہذا القیاس "ہمدردی" اگر یہہ محبت قلبی کا مترادف سمجہا گیا ہے تو
اسکا بہی وہی حال ہے۔ اور اگر اسکے متعارف معنی مراد ہین یعنے دکہہ درد مین کام آنا اپنے مقدور
بہر غمخواری کرنا اور خورش وپوشش مین حتی المقدور تکلیف نہونے دینا تو یہہ ایک اختیاری فعل اور
اوس عدل مین جسکے ہم قائل ہین داخل ہے۔ اور اگر کوئی تیسرے معنے ہین تو اوسکے بیان
کی ضرورت ہے۔

ح۔ ہم اس بات کے بہی مدعی ہین کہ اس قسم کا عدل انسان سے ممکن ہے۔

ص۔ ہم بہی یہی کہتے ہین اور اسی وجہ سے خدا نے اسکو نکاح کی شرط نہین قرار دیا ہے

ح۔ ہمارے مخالفین اعتراض کرتے ہین کہ جو امر قابل تعمیل ہی نہ ہو اوسکے جواز کے ذکر سے
کیا فائدہ مقصود ہے۔ اور اگر کچہہ فائدہ نہین تو کلام الہی لغو ٹہرتا ہے۔

ص۔ جو پہلو تاویل کا آپنے اختیار کیا ہے اوسپر یقینا یہہ اعتراض ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ آگے
چلکر معلوم ہوگا ہزار طرح سے ہاتہہ پاون مارنے پر بہی نہیں اوٹہتا۔

ح۔ ہمارا جواب یہہ ہے کہ نکاح کی اصلی غرض یہہ ہے کہ انسان اپنے لئے تمام عمر کے واسطے

اپنا ایک ایسا ہمدرد و مونس و غمگسار پیدا کرے جو اوسکے ساتھہ رنج و راحت مین شریک ہونیوالا اور دنیا کے کہٹیرون سے فارغ ہونیکے بعد اسکی تسکین قلب کا ذریعہ ہو۔

ص۔ نکاح کی اصلی غرض جو ہر نکاح مین دائر و سائر ہونی چاہیئے اور جو تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ۔ مہذب۔ و غیر مہذب۔ روشن خیال و تاریک خیال انگریزی منش و ملا روش۔ شہری و قصباتی و دیہاتی۔ اعلے۔ اوسنے و اوسط ہر طبقہ کے لوگون مین پائی جاسکتی ہے۔ اور جسکو حاکم علے الاطلاق اپنے تمام بندون کے لئے مامور بہ قرار دیسکتا ہے وہ ہے جسکو خداوند تعالے نے خود دو لفظون محصنین غیر مسافحین مین فرمادیا ہے۔ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ ۔ یعنے نکاح کی غرض استحفاظ پارسائی نہ محض شہوترانی ہونی چاہیئے۔ دیکھو خداوند جلشانہ نے کیسی خوبی کے ساتھہ جامع و مانع وجودی و عدمی غرض نکاح کی بیان کردی اوسکے مقابلہ مین جو اصلی غرض آپ قرار دیے بیٹھے ہین۔ اوسکو ذرا ٹہنڈے دل سے سوچکر دیکھیئے تو سہی کہ جبتک آپکا سا تعلیم یافتہ اور انگریزی اثر سے متاثر اور ایک درجہ تک مرفہ الحال نہو اوسوقت تک یہہ خیال بہی دماغ مین نہین آسکتا چہ جائیکہ اوسکے حاصل کرنیکا قصد کیا جائے حالانکہ جو قانون کہ نکاح جیسے عام معاملہ سے تعلق رکہتا ہو اوسکو ویسا ہی عام ہونا چاہیئے۔ +

خ۔ چنانچہ جہان عورت کے پیدا کرنے اور تشریع نکاح کا ذکر کیا گیا ہے وہان خداتعالے نے فرمایا ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً (سورۂ روم) یعنی ہمنے تمہارے دلون مین عورتون کی محبت ڈالی تاکہ تم اون سے تسکین حاصل کرو۔ پس اگر یہی امر حصول اغراض نکاح مین داخل نہ کیا جائے تو نکاح صرف ایک ذریعۂ شہوترانی کا باقی رہجاتا ہے۔

ض۔ قبل اسکے کہ اصل استدلال کا جواب دیا جائے یہہ جتلا دینا ضرور ہے (کیونکہ اسی استدلال کا مدار و مدار ہے) کہ اولاً مصنف رسالہ کا سورۂ روم کی آیت وَمِنْ اٰیٰتِہٖ الخ کے بارہ مین یہہ کہنا کہ "جہان عورت کے پیدا کرنے اور تشریع نکاح کا ذکر کیا گیا ہے" بڑی جرأت و بیباکی ہے۔ اس آیت کے قبل و بعد کا توکیا ذکر سورہ بہر مین کہین تشریع نکاح کا ذکر ہی نہین ہے حاشا وکلا۔ اور ثانیاً آیت مذکورہ کا یہہ ترجمہ کرنا کہ "ہمنے تمہارے دلون مین

عورتون کی محبت ڈالی تاکہ تم اُنسے تسکین حاصل کرو" صرف کمال جسارت ہی نہین بلکہ تحریف معنوی ہے خبر نہین "تمہارے دلون مین" کسکا ترجمہ ہے۔ اور خدا نے تو تسکین حاصل کرنے کو جوڑا پیدا کرنے کی غائیت ٹھرائی ہے۔ اور مصنف رسالہ نے عورتون کی محبت کو۔ اب مین اصل استدلال سے بحث کرتا ہون۔

مصنف کی تقریر کا ماحصل شاید یہہ ہے کہ نکاح کی اصلی غرض تمام عمر کے واسطے ایک سچا ہمدرد و مونس و غمخوار شریک رنج و راحت تسکین قلب کا ذریعہ پیدا کرنا ہے۔ اور یہہ شوہر کی محبت قلبی و ہمدردی کے بغیر نہین ہو سکتا ہے اور محبت قلبی و ہمدردی مین عدل ناممکن ہے۔ مقدمہ اولے کے ثبوت مین سورۂ روم کی آیت پیش کی گئی ہے جسکا صحیح ترجمہ یہہ ہے کہ خدا کی نشانیون مین سے (ایک یہہ بہی) ہے کہ اوس نے تمہارے لئے تمہین مین سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمکو راحت ملے اور تمہارے آپس مین پیار اور اخلاص پیدا کیا۔ اس مین سرے سے نکاح کا ذکر ہی نہ مرد یا عورت کی تخصیص ہے چہ جائیکہ نکاح کی غرض اس سے ثابت ہو۔ اللہ تعالے نے اپنے قادر و منعم اور اسلئے معبود حقیقی ہونے کے حسی دلائل مین سے ایک یہہ دلیل بیان فرماتا ہے کہ اوسنے تمہاری راحت کے لئے تمہارے جوڑے پیدا کئے اور تمہارے آپسمین پیار و اخلاص پیدا کیا۔ یہہ عام خطاب مردون اور عورتون دونون کی طرف ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ مرد عورت کے لئے راحت کا ذریعہ ہے اور عورت مرد کے لئے۔ علٰے ہذا القیاس۔ ایک دوسرے کی باہمی محبت بہی خدا ہی کی دی ہوئی ہے۔ اب اگر فرض بہی کر لیا جائے کہ اس مین نکاح کی غرض کا ہی بیان ہے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ مصنف رسالہ کے دعوے کو باطل اور اوسکے مخالف کے دعوے کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی تسکین اور اخلاص و پیار کو اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی نعمتون مین شمار کیا اور بندون کو اوس مین کچہہ دخل نہین دیا ہے

اب دوسرے مقدمہ کو (جو مصنف کے کلام مین صراحتہً مذکور نہین بلکہ تکمیل استدلال کے لئے مستنبط کیا گیا ہے) ملاحظہ کیجئے۔ وہ مقدمہ یہہ ہے کہ "ایک سچی ہمدرد و مونس و غمخوار شریک راحت و رنج اور ذریعہ تسکین قلب کا پیدا کرنا شوہر کی محبت قلبی و ہمدردی کے بغیر نہین ہو سکتا" ہم اس لازم کو تسلیم نہین کرتے۔ احسان۔ تمول۔ خاندانی اعزاز۔ دنیاوی وجاہت۔ حسن صورت

خوبی سیرت ذی علم یا صاحب جوہر ہونا وغیرہ وغیرہ ایسے صفات ہین جو بغیر اسکے کہ محبت قلبی ہو حصول اغراض مذکورۂ بالا کے ذریعے ہو سکتے ہین -

مقدمہ اوسکے ثبوت مین عقلی دلیل یہہ پیش کیگئی ہے کہ "اگر یہی امر حصول اغراض نکاح مین داخل نہ رکہا جائے تو نکاح صرف ایک ذریعہ شہوت رانی کا باقی رہجاتا ہے" یہان یہی امر مذکور (یعنے تمام عمر کے واسطے ایک سچا ہمدرد الخ) کے حصول اغراض نکاح مین داخل نرکہنے اور نکاح کے صرف ذریعہ شہوت رانی باقی رہجانے مین ہرگز لزوم نہین ہے - اسلیے کہ زنا سے حفاظت - تندرستی کی نگہداشت - خانہ داری کا انتظام - اجرائے نسل - پہلی بی بی کی اولاد کی پرورش - خاندان کا ابقاء - وغیرہ جیسی بہت سی غرضین باقی رہجاتی ہین -

ح - علاوہ ازین اللہ تعالے نے دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ لَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنے تم عورتون مین ہرگز عدل نہ کر سکوگے خواہ تم اس بات کی حرص ہی کرو - اصول تفسیر کے بموجب ضرور ہے کہ حتے الامکان قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دوسرے مقام سے کیجائے اور عدل کا جو مدلول آیت اول مین قرار دیا جاوے وہی آیت مابعد مین قایم رکہا جائے -

ص - اس اصول کو ہم بہی مانتے ہین کہ "حتے الامکان قرآن مجید کی ایک مقام کی تفسیر دوسرے مقام سے کیجائے" لیکن اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ "عدل کا جو مدلول آیت اول مین قرار دیا جاوے وہی آیت مابعد مین قائم رکہا جاے" سراسر تحکم اور محض غلط ہے - اگرچہ ہمارا تحقیقی جواب اس نتیجہ کے وجود و عدم دونون سے مستغنی ہے لیکن سچی بات یہہ ہے کہ ایک مقام کی تفسیر دوسرے مقام سے کرنیکے معنی دونون جگہہ ایک ہی مدلول مراد لینے کے ہرگز نہین ہین - اگر کسی کا یہہ دعوے ہو تو اوسکو ثابت کرے ہم تبرعًا و احسانًا بتا دیتے ہین کہ سیکڑون آیتون مین سے جو اس گہڑے ہوے نتیجہ کو بآواز بلند غلط کہہ رہی ہین تہوڑی سی یہہ ہین -

(۱) وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (المعارج) - اور لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا - دونون جگہہ حمیم کا مدلول ایک نہین ہے - اول مین دوستدار اور دوسرے مین آب گرم -

(۲) (بقرہ) اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْاَرْضَ۔ اور (الملک) هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُولًا۔ دونون جگہہ ذلول کا مدلول ایک نہین ہے۔

(۳) (نساء) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (المجادلہ) وَاِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا دونون آیتون مین نشوز کے مدلول الگ الگ ہین۔ اول مین بے رغبتی اور دوم مین اوٹھہ جانا۔

(۴) فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ اور (ن) اَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ دونون جگہہ "حرثکم" کا مدلول الگ الگ ہے۔

ح۔ اب اگر پہلی آیت مین عدل سے مراد وہ امر ہے جو ہمارے مخالفین سمجھتے ہین اور وہ قابل عملدرآمد ہے تو دوسری آیت مین خدا تعالے نے کیون فرمایا کہ تم عدل ہرگز نہ کرسکوگے۔

ص۔ عدل سے وہی مراد ہے جو آپکے مخالفین سمجھتے ہین اور خلاصہ عرب العرباء رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جنپر یہہ قرآن نازل ہوا تہا اور اونکے تمام صحابہ جنکی زبان مین نازل ہوا تہا اور تمام تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین جو اہل زبان تہے۔ اور جنہون نے قرآن وحدیث کی تنقیح و تنقید مین عمرین گنوائین تہین سمجھتے تہے۔ اور وہ قابل عملدرآمد ہی ہے۔ دوسری آیت مین خدا تعالے نے یہہ نہین فرمایا ہے کہ تم عدل ہرگز نہ کرسکوگے۔ بلکہ یہہ فرمایا ہے کہ تم آسانی سے عدل نہ کرسکوگے۔ قرآن مین "لَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا" ہے "لَنْ تَعْدِلُوا" نہین ہے۔ یہہ فرق تو حسی ہے آنکہون سے معلوم ہوتا ہے۔ آیت نکاح پر آپکی جس قدر بحثین ہین سب لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کی ضرب المثل غلط تفسیر کی سی ہین جسکو مرزا غالب نے ظریفانہ شاعری کے پیرایہ مین کہا ہے کہ ؎

لا تقربوا الصلوٰۃ زنہیم بیاد ہست ✤ وز امر یاد ماندہ کلوا واشربوا مرا

جس طرح سے کہ اس ضرب المثل آیت مین وَاَنْتُمْ سُكَارٰى۔ نظر انداز کرنے پر جو ریشخند طفلان ہے سارا دارو مدار ہے اوسیطرح سے آپکے استدلال کی بناء فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ سے چشم پوشی کرنے پر ہے ورنہ اس پوری آیت کو پڑہنے کے بعد کوئی پڑہا لکہا آدمی اس قسم کی تقریر نہین کرسکتا کہ جو عدل کہ آیت نکاح مین شرط ہے اوسکی نفی کیگئی اور تعلیق بالمحال ہے نعوذ باللہ من ہذہ الہفوات۔ ✤

تحقیقی اور تفصیلی جواب مین آگے چلکر دونگا اس مقام پر مین آپ کی خاطر سے اسکو تسلیم کرکے

کہ "عدل" کی ہی نفی کیگئی ہے یہہ جواب دیتا ہون کہ جو اصول تفسیر کہ آپنے بیان کیا کہ "حتی الامکان قرآن مجید کی ایک مقام کی تفسیر دوسرے مقام سے کیجاوے" اوسی کے روسے ضرور ہوا کہ فان خفتم ان لا تعدلوا اور لن تستطیعوا ان تعدلوا دونون آیتون کی تفسیر ایسی کیجائے کہ باہم متخالف اور متضاد نہ ہون۔ اس لئے پہلی آیت مین "عدل سے" عدل حکمی اور دوسری مین حقیقی۔ یا یون کہو کہ اول سے امور اختیاریہ کی اور دوسرے سے اختیاریہ و غیر اختیاریہ دونون کی مساوات مراد لیجائے کیونکہ یہہ خدائے عزوجل حکیم و خبیر کا کلام ہے جس نے ہمکو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر یہہ کلام خدا کے سوا کسی اور کا ہوتا تو اوسمین بہت کچھہ اختلافات ہوتے۔ عدل حکمی سے یہہ مراد ہے کہ امور اختیاریہ مین مثل نان و نفقہ مکان واہل خدمت شب باشی و نوبت۔ سواری و اسباب زینت و غیرہا کی مساوات ملحوظ رہے۔ اور عدل حقیقی سے یہہ مراد ہے کہ امور اختیاریہ اور نیز غیر اختیاریہ یعنی رغبت دلی و رجحان قلبی۔ پیار و اخلاص سب مین برابری کا برتاو رکھا جاوے۔ لیکن اول چونکہ اضافتہً آسان اور ممکن التعمیل تہا اسلیئے اللہ جلشانہ نے تعدد ازدواج کو اوسکے ساتھہ مشروط فرمایا۔ اور دوسرا اضافتہً دشوار یا ناممکن التعمیل تہا اسلیئے اللہ تعالے نے (جسنے اپنے کلام پاک مین صاف فرما دیا ہے کہ مین تم پر آسانی کرنا چاہتا ہون نہ سختی۔ اور اللہ بندونپر ظلم کرنے والا نہین ہے) دوسری آیت مین اوسکی نفی کر کے بتلا دیا کہ جو عدل کہ نکاح کی شرط قرار دیا گیا ہے وہ اضافتہً آسان اور ممکن التعمیل ہے اور جو عدل کہ دشوار یا غیر ممکن التعمیل ہے وہ تم سے مطلوب نہین ہے اور نہ تعدد ازدواج کے لئے شرط ہے۔

ح۔ خدا تعالے تو فرماتا ہے کہ تمسے ہرگز عدل نہین ہوسکنے کا۔ اور قائلین تعدد ازدواج فرماتے ہین کہ ہم عدل کر سکتے ہین۔ اس جرأت و بیباکی کو خیال کرنا چاہیئے۔

ص۔ درشت زبانی اور سخت گوئی سے دلیل قوی نہین ہوتی ہے لن تستطیعوا کی بحث ختم کر لینے کے بعد اہل نظر و صاحب انصاف دیکھہ لینگے کہ کسکی جرأت و بیباکی ہے۔ بہت ہی موٹی بات ہے کہ جس عدل کو خدا نے کہا ہے کہ آسان ہے اور تم سے ہوسکتا ہے اوسکو ہم بہی کہتے ہین کہ کر سکتے ہین اور جسکو خدا نے بقول انکے فرمایا ہے کہ تم سے ہرگز نہین ہوسکتا اوسکو ہم بہی ایسا ہی کہتے ہین۔ یہہ اعتراض تو منکرین تعدد ازدواج پر ہوتا ہے کہ خداوند تعالے تو لن تستطیعوا ان تعدلوا فرما کر یہہ حکم دیتا ہے کہ ایسی صورت مین تم دوسری اور تیسری اور چوتہی بیبیون کو معلقہ

نہ بناچہوڑو اور پورا نہین تو تہوڑا سا میلان اونکی طرف بہی رہے ہے۔ اور آپ دخل در معقولات کرکے ایک دم سے دوسرا حکم دیتے اور نہ صرف شرکت بلکہ مزیت علی الالوہیتہ کے دعویدار بنتے ہین

تیسری دلیل کی تردید

ح۔ اب رہا یہہ سوال کہ جب خدا تعالے خود جانتا تہا کہ انسان سے عدل نہین ہوسکنے کا اور فرما بہی دیا کہ تم ہرگز عدل نہ کرسکوگے تب عدل کی شرط سے چار نکاحون کی اجازت دینے کے کیا معنے۔ کیا اس صورت مین یہہ اجازت لغو نہ ٹہرے گی۔

ص۔ جو تاویل یا تحریف معنوی آپنے اختیار کی ہے اوسپر یقینًا یہہ اعتراض ہوتا ہے اور جو دو جواب آپنے دیئے ہین وہ جس رتبہ کے ہین ذیل کی تقریر سے ظاہر ہوگا۔

ح۔ اسکے جواب مین اول تو ہم یہہ کہتے ہین کہ قرآن مجید کے جو معنے ہین وہ تو سیدہے سادہ ہین۔ اور وہ ہم نے بتلا دیئے۔ اب یہہ سوال خدا سے کرو کہ لغو اجازت سے کیا فایدہ مد نظر تہا۔

ص۔ یہہ پہلا جواب ہے لیکن خدا تعالے پر نعوذ باللہ لغویت کا الزام ڈال دینے اور اپنے آپکو بچا لینے سے جان نہین بچتی ہے یہہ اعتراض آپ کی تاویل و تحریف پر ہے نہ خدا کے کلام پر۔ آپ اگر ممکن کو محال نہ بناتے اور لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کو بغیر وَاَنْتُمْ سُکَارٰی کے نہ پڑہتے تو یہہ اعتراض کیون ہوتا۔ آپکے معنے سیدہے سادہ نہین ہین۔ بلکہ کجی اور روہ کے سبب بہرے ہوئے ہین۔

ح۔ مگر جہانتک ہم خدا تعالے کے کلام کے سمجہنے کی طاقت رکہتے ہین ہم اوسکے سمجہنے مین بہی کوئی دقت نہین پاتے جس طریق سے اللہ تعالے نے تعدد ازدواج کی ممانعت فرمائی ہے وہ تعلیق محال[1] بالمحال ہے۔ اس طریق سے گفتگو کرنے سے ممانعت کی تاکید زیادہ سخت کردی جاتی ہے کسی بو الہوس کو کہا جائے کہ اگر عنقا مل سکتا ہے تو تجہے کیمیا بہی ملجائیگی۔ اس سے یہہ نتیجہ نکال لینا کہ یہہ شخص عنقا کے وجود پر یقین اور اوسکے ملنے کی امید رکہتا ہے۔ اور جس روز عنقا ملیگا اوسی روز کیمیا بہی ہاتہہ آجائیگی محض نادانی ہے تعلیق محال[1] بالمحال کی نہایت عمدہ مثال خدا تعالے کے ایک اور قول

[1] دونون جگہہ تعلیق محال بالمحال ہے حالانکہ مقصود صرف تعلیق بالمحال ہے۔ شاید کاتب کی غلطی ہے ۱۲

مین ہے جہان فرمایا ہے۔ ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لاتفتح لھم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (سورۂ اعراف) یعنی جبتک سوئی کے ناکہ مین سے اونٹ نہ نکل جائیگا کوئی کافر بہشت مین نہ جائیگا۔ اس سے یہہ سمجہنا کہ واقعی ایک وقت ایسا بہی آئیگا کہ اوس وقت اونٹ سوئی کے ناکہ مین سے گذرجائیگا۔ خلاف منشاء قائل تفسیر کرنی ہے۔

ص۔ یہہ دوسرا جواب ہے لیکن عدل کی شرط کو جو فان خفتم ان لا تعدلوا سے سمجہی جاتی اور سورۂ نساء کے پہلے رکوع مین ہے دوسری آیت ولن تستطیعوا ان تعدلوا الآیۃ کی وجہ سے جو اسی سورۂ کے اٹھارہوین رکوع مین ہے تعلیق بالمحال کہنا ایک جاہلانہ مغالطہ یا عامیانہ فریب ہی سے زیادہ وقعت نہین رکہتا۔ اس لئے کہ

اولاً پہلی آیت مین تعدد ازدواج کی شرط "عدل" ہے۔ اور دوسری مین نفی "استطاعت عدل" کی ہے نہ نفس عدل کی۔

ثانیاً۔ اگر آنکہین بند اور لغت وسیاق وسباق سے قطع نظر کرکے یہی کہا جائے کہ عدل ہی کو ایک جگہہ شرط اور دوسری جگہہ بصیغۂ نفی بیان کیا ہے تو اسکو منافاۃ تعارض یا نسخ وغیرہ کہتے نہ کہ تعلیق بالمحال۔ اسلئے کہ مطلق یا مقید عدل (یعنے بیبیون کے بارہ مین) نہ فی نفسہ محال ہے نہ کسی نے اسکو محال تسلیم کیا ہے۔ اور نہ مدعی حضرت نے اسکو محال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ باقی رہی نفی تو محض نفی کو محال ہونا لازم نہین ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ خداوند تعالے کے نفی کرنے سے یہہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ انسان کے لئے محال ہے تو ہم کہین گے کہ خداوند تعالے کے ہی شرط قرار دینے سے یہہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ محال نہین ممکن ہے۔

ثالثاً۔ یہہ دونون آیتین آیات احکام مین سے ہین۔ اور احکام وقوانین مین کسی ممانعت یا اجازت کو معلق بہ محال کرنے کے کوئی معنی نہین ہین۔ دنیا مین بہی جو حاکم پورا مقتدر ہوتا اور اپنی حکومت کو مضبوط ومستحکم سمجہتا۔ اور اپنی رعایا سے مطلق خوف وہراس نہین رکہتا ہے۔ وہ بہی کسی شئے کی اجازت یا کسی قسم کی ممانعت مین ایسا کج وپیچ طریقہ اختیار نہین کرتا۔ چہ جائیکہ حاکم انفس وآفاق وسلطان علے الاطلاق جسکی سطوت وجبروت کی کوئی انتہا نہین ہے ایسے مکر ودغا کی چال چلے۔

تعالی اللہ عن ذلک علوًّا کبیرا۔

فرض کرو کہ اگر ہندوستان کا کوئی پورا مستبد حاکم کسی وقت یہہ حکم تحریری جاری کرے کہ مثلاً
صیغہ عدالت کے جتنے سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہین وہ دو دو تین تین چار چار سو تک ترقی لے
سکتے ہین بشرطیکہ امتحان مین کامیابی حاصل کرین۔ اور پھر وہی حاکم یہہ حکم تحریری جاری کرے کہ تم
ہرگز امتحان مین کامیاب نہوگے اسلیئے کہ وہ امتحان مثلاً چینی یا روسی زبان کا ہے۔ تو ایسے
حاکم کی نسبت کیا خیال پیدا ہوگا اور سمجھدار آدمی اوسکو کیا کہیگا۔

یا مثلاً کوئی اعلےٰ افسر مال جسکے علاقہ کی حالت ابتر ہو۔ اور صلاحون کے اشارہ مین اراضی کاشت
کی مقدار کو محدود کردینے اور یہہ تحریری حکم جاری کرے کہ جو کوئی شخص اپنی کاشت کی کل اراضی کو یکسان
طور پر عمدہ رکھہ سکے وہ سو بیگہ تک کاشت کر سکتا ہے۔ اور وہی حاکم دوسرا حکم اس مضمون کا جاری
کرے کہ میرے علاقہ کا کوئی شخص اپنی کل اراضی کو یکسان طور پر عمدہ حالت مین رکھہ ہی نہین سکتا ہے۔
ان دونون حکمون کو ملاکر کوئی عاقل یہہ نہین کہیگا کہ اوسنے پہلے حکم مین تعلیق بالمحال کی تہی۔ بلکہ یہہ
یا تو اوسنے مکر و دغا کی تہی۔ یا اگر اوسکی نسبت غائیت درجہ کے حسن ظن کو دخل دیا جائے تو یہہ کہا
جائیگا کہ اوسنے پہلے حکم مین لغویت کی تہی۔ یا اوس وقت اوسکو رعایا کی حالت اور اراضی کی نوعیت
وکیفیت سے بالکل جہل تہا۔ اب وہ اپنی غلطی وجہالت کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کی نسبت
یہہ تینون باتین محال ہین۔ اسیطرح اگر کوئی شخص یہہ کہے کہ "اس طریق سے گفتگو کرنے سے ممانعت
کی تاکید زیادہ سخت کردیجاتی ہے" تو یہہ بہی باطل ہے اسلیئے کہ یہہ کہنا شاید اوس وقت کچھہ زیب کہتا
جبکہ اوسی سلسلہ کلام مین جس مین عدل کو شرط قرار دیا گیا تہا اوسکی نفی بہی کردیجاتی جیسا کہ تحدی کی
آئیت مین فرمایا ہے کہ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا (یعنی اگر تم قرآن کا مثل نہ لاسکے اور تم ہرگز نہ لاسکوگے)
یا جیسا کہ اس مضمون کو کہ کافر ہرگز جنت مین نہ جائینگے اسطرح سے تعبیر کیا ہے کہ لا تفتح لھم ابواب
السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنی کافرون کے لیئے جنت کے دروازے
نہ کہلینگے جبتک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ مین نہ داخل ہوجائیگا۔ یعنی کبہی نہین۔ یا جسطرح سے
کہ عرب کی مشہور شاعرہ خنساء اس مضمون کو کہ مجھہ مین اب صبر کی طاقت نہین رہی اسطرح بیان کرتی ہے کہ

تُهَرِيقِي من دموعك أو أفيقي ✦ وصبرا إن أطقت ولن تطيقي ✦

کہ اے دل اگر تیرے بس مین ہو تو صبر کر۔ مگر یہہ تو تیرے بس ہی مین نہین ہے۔

اور یہان ایسا نہین ہے ایک آیت مین تو یہہ حکم ہوا کہ بشرط عدل تم چار چار بیبیان تک کر سکتے ہو جس سے اوس زمانہ مین جبکہ بی بیون کی کوئی تعداد مقرر نہ تہی۔ ہر زباندان نے یہہ سمجہا کہ پہلی رسم اوٹہا کر وہ تعداد بشرط عدل چار تک محدود کر دیگئی۔ اور پہر دوسری آیت مین بقول منکرین تعدد ازدواج یہہ کہہ دیا گیا کہ عدل ایک ناممکن شئے عنقا و کیمیا کے قسم مین سے ہے جسکو سنکر ہر آدمی یہی کہیگا کہ ایسا ہی تھا تو اس آیت مین اسکو شرط ہی کیون گردانا تہا۔ اور یہہ جو اتنے ہیر پہیر سے "فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم" ارشاد ہوا اسکی جگہہ تو بہتر یہی تہا کہ صاف کہہ دیا جاتا۔ اس اسلوب بیان سے جس سے انسان کے دل مین ایک مناسب وسعت کی امید دلا کر پہر اوس امید کو یاس سے بدل دیا گیا۔ خدا اور اوسکے رسول کیطرف سے بدظنی و بدعقیدگی پیدا ہونیکا صریح اندیشہ موجود ہے۔

رابعًا تعلیق بالمحال مین معلق اور معلق بہ کے درمیان نفس الامری و واقعی کوئی تعلق اور لگاؤ پہلے سے نہین ہوتا جسکی وجہ سے تعلیق کے بعد وہم کو کسی اور طرف رخ کرنے کی گنجائش ہی نہین رہتی۔ اور ہر شخص کا خیال سیدہا معنی مقصود کی طرف جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف رسالہ کی دونون مثالون مین یہہ بات موجود ہے۔ دیکہو کافرون کے بہشت مین جانے اور اونٹ کے سوئی کے ناکہ سے نکل جانے یا کیمیا ملنے اور عنقا کے ہاتہہ آنے مین امید وکی انیلیون سے زیادہ ربط و تعلق نہین ہے بخلاف تعدد ازدواج اور مراعات عدل کے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کے ساتہہ ہی یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب کو ایک آنکہہ دیکہنا ضروری ہے یا نہین گویا تعدد ازدواج کی اجازت کے تصور کو "عدل" کا تصور لازم ہے۔ اور جب ایسی شئے کے وجود کو جسکے ضروری یا غیر ضروری ہونے کا سوال اوس اجازت کو بمقتضائے فطرت و عقل انسانی لازم ہو شرط کے طور پر بیان کر کے جانب ضرورت کو متعین کر دیا جائے۔ تو ہر صحیح الحواس متوسط الفہم کا ذہن شرط و تقیید ہی کی طرف جائیگا۔ اور کبہی تعلیق بالمحال کا وہم و خیال بہی نہ گذریگا۔

نکتہ چین بزرگ ذات نے پہلے پہلے "عدل" کی نسبت تعلیق بالمحال کا فقرہ گہڑا تہا اونکا خیال اسکی طرف نہ گیا کہ "تعلیق" اور شرط و تقیید وغیرہ مین کیا فرق ہے۔ اور جب مجتہد صاحب کو نہ سوجہی تو تقلید پر کیا الزام ہے وہ تو اندہی ہوتی ہی ہے۔ +

خامسًا۔ آیت فانکحوا کو آیت ان الذین کذبوا کا ایسکے مماثل سمجھنا اور ایک کو دوسری پر قیاس کرنا بڑی بہاری غلطی اور قیاس مع الفارق ہے اسلیئے کہ علاوہ اسکے کہ اول ایک حکم اور دوسری تہدید و وعید ہے۔ اونٹ کا سوئی کے ناکہ مین چلا جانا ایک ایسا امر ہے جسکا ناممکن الوقوع ہونا ہر طبقہ۔ ہر فہم اور ہر ملک کے آدمی کی عقل مین فورًا آجاتا ہے۔ اور اجلی بدیہیات مین سے ہے۔ بخلاف "عدل" کے (جسکے معنے ہین یکسان برتاؤ کرنیکے اور وہ چاہے بیبیون کے درمیان ہو چاہے اولاد۔ نوکرون یا رعایا کے درمیان) کہ یہہ کسی کے نزدیک بہی محال نہین ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ نے اعدلوا هو اقرب للتقوٰی اور ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان اور دوسری آیتون مین اسکو مومنون کے لئے مامور بہ قرار دیا ہے۔ اور پہر دونون آیتون کے اسلوب بیان مین بہی فرق ہے۔ دوسری آیت مین شرط محال یعنی سوئی کے ناکہ مین اونٹ کے داخل ہو جانیکو کافرون کے لئے دروازۂ جنت کے نہ کہلنے کی انتہا و غائت قرار دیکر یہہ فرمایا ہے کہ جبتک سوئی کے ناکہ مین سے اونٹ نہ نکل جائیگا کوئی کافر بہشت مین نہ جائیگا۔ بخلاف آیت نکاح کے کہ ایک آیت مین "عدل" کو تعدد ازدواج کی شرط قرار دی اور دوسری آیت مین جو نہ اوسکے قریب ہے اور نہ اوس سے کوئی ربط و علاقہ رکہتی ہے بقول مصنف رسالہ اوسکی نفی کی ہے ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔ اسپر بہی ایک کا دوسری پر قیاس کرنا عجیب و غریب ہے۔ ٭

سادسًا۔ امر تحقیقی و واقعی یہہ ہے کہ فانکحوا اور لن تستطیعوا دونون آیتون کو ملاکر دیکہنے سے ہرگز تعلیق بالمحال کا وہم بہی نہین گذر سکتا ہے۔ بلکہ پہلی آیت کی دوسری سے تائید و توضیح ہوتی اور اوسپر جو کچہہ شبہے ہو سکتے تہے رفع ہو جاتے ہین۔ آیت زیر بحث یہہ ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (آیت ۱۲۸ سورۂ نسار) ترجمہ۔ اور تمہارے لئے کچہہ آسان نہین ہے کہ تم اپنی بیبیون کو ایک آنکہہ دیکہہ سکو گو تم اسکی حرص بہی کرو پس بالکل مت جہک پڑو کہ دوسری کو (ادہر مین) لٹکتا ہوا چہوڑ دو۔ اور اگر موافقت کر لو اور بچے رہو تو اللہ بہی بخشنے والا مہربان ہے۔ دیکہہ لو اسمین عدل کی نفی نہین ہے بلکہ استطاعت عدل کی۔ استطاعۃ کے معنے ہین خوشی یا آسانی سے کسی کام کو کرسکنے چنانچہ فرائد اللغۃ فی الفروق مین ہے کہ "استطاعت کے معنے اعضا و جوارح کا کسی کام کے کرنے مین

یادی دینے کے ہین - اور یہہ قدرت سے خاص تر ہے اسلئے ہر استطاعت والے کو قدرت والا کہینگے اور ہر قدرت والے کو مستطیع نہ کہینگے " اور تاج العروس مین ہے کہ " استطاعت قدرت سے خاص ہے " اور " فلان لا یستطیع کذا ایسے امر کی نسبت بولتے ہین جسکا کرنا اوسپر دشوار ہو اور اوس دشواری کے ساتھہ تکلیف صحیح ہوتی ہے اور اوس سے انسان معذور نہین ہوتا " پس اگر خداوند تعالے لن تعدلوا یا لن تقدروا ان تعدلوا وامثال ذالک فرماتا تب شاید بادی النظر مین تعلیق بالمحال کا شبہ ہوتا - لیکن یہان تو لن تستطیعوا ان تعدلوا ہے جسکو آیت نکاح کے ساتھہ ملانے سے صرف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعدد ازدواج کے لئے عدل شرط ہے اور اوسپر عملدرآمد دشوار ہے لیکن ناممکن نہین ہے ایک ضابط و محتاط و قوی دل آدمی اسکی نگہداشت کر سکتا ہے - اور اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ عدل کی ہی نفی ہے اور تعدد ازدواج کو اس بیان سے منع فرمایا ہے یعنی بقول مصنف رسالہ کے تعلیق بالمحال کی ہے تو اوسکے بعد یہہ کہنا تہا کہ تم متعدد نکاح نہ کرو جیساکہ فَاِنْ خِفْتُمْ کے جواب مین " فَوَاحِدَۃً " کہہ دیا نہ کہ یہہ فرماتا کہ جب عدل نہین ہو سکتا ہے " تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جہک پڑو کہ دوسری کو (ادہر) مین لٹکتا ہوا چہوڑ دو " دوسرے لفظون مین ہمارا مطلب یہہ ہے کہ جب بقول منکرین تعدد ازدواج خداوند تعالے نے عدل کی نسبت فرمادیا کہ مردون سے بیبیون کے حق مین نہین ہو سکتا ہے گو وہ چاہین بہی اور اوسپر بطور تفریع یا تعقیب یا ترتیب نتیجہ کے تعدد ازدواج کو منع نہین کیا بلکہ اوسکے برتنے کا یہہ طریقہ بتایا کہ ایک کی طرف ایسا میل کلی نہ کرو کہ دوسری کی حالت ایسی ہو جاوے کہ وہ بیوہ کے شمار مین ہو نہ سہاگن کے - تو اس صورت مین دو امرون مین سے ایک کا اختیار کرنا ناگزیر اور اون دونون کا مآل ایک ہے - وہ دو امر یہہ ہین کہ یا تو آئیت نکاح مین عدل حکمی لو اور یہان عدل حقیقی جسکی تصریح ہم کر چکے ہین یا اسکو مان لو کہ عدل کی نفی نہین ہے بلکہ عدل کے آسان ہونیکی جیسا کہ لغت سیاق اور سباق سے صاف معلوم ہوتا ہے -

تقریر بالا سے یہہ بہی ظاہر ہو گیا کہ آئیت لن تستطیعوا سے آیت النکاح کی تائید و تقریر ہوتی ہے - کیونکہ اگر یہہ آیت نہ ہوتی تو اس قسم کے اعتراضات اور شبہات کی گنجائش باقی رہتی کہ عدل عین تمہ کے ساتھہ علاوہ ظاہری و جسمانی مساوات کے قلبی و روحانی تعلقات کی مساوات بہی ہونی چاہیئے - اور یہہ تعلقات چونکہ انسان کے ارادی و اختیاری نہین بلکہ محض اضطراری و غیر اختیاری ہین اسلئے تعدد

ازدواج کو ممنوع و ناجایز سمجھنا چاہیئے لیکن اللہ تعالےٰ نے استطاعت کی نفی فرماکر جو یہہ حکم دیا کہ ایک کی طرف میل کلی نہ کرو یعنی بالکل سولہ آنہ اوسی کے نہ ہوجاؤ اور دوسری کو بے شوہر نہ بنا دو تو اوس سے وہ شبہات رفع ہو گئے۔ اور پہر خداوند تعالےٰ نے جو مطلق میلان کو منع نہین فرمایا اور لاتمیلوا کے ساتھہ کل المیل کی قید لگائی تو اس سے صاف بتلادیا کہ نفس میلان کو (جو ایک کیفیت قلبی اور محض اضطراری ہے اور جو ایک کی طرف ہو اور دوسری کی طرف نہ ہو یا ایک کیطرف زیادہ ہو اور دوسری کیطرف کم ہو) حکیم مطلق اور دانائے اسرار قلوب منع نہین کرسکتا ہے اور نہ اوسمین مساوات کا طالب ہوسکتا ہے۔ البتہ یہہ نہین ہونا چاہیئے کہ اس میلان کا اثر افعال اختیاریہ۔ ظاہری نگہداشت اور روزمرہ کے برتاؤ اور معمولی رکھہ رکھاؤ پر پڑے اور یہہ بیشک ایسا امر ہے کہ انسان کے اختیار مین ہے اور مقتضائے دیانت و انسانیت واخلاق و ہمدردی انسانی اوسکو ملحوظ رکھنا ضرور ہے۔ *

چوتھی دلیل کی تردید

ح۔ بلکہ یہان یہہ ہی مقصود نہین کہ عدل کرسکنے کی حالت مین چار تک کی ہی اجازت ہے۔ بلکہ یہہ ایک طریق اسلوب کلام ہے کہ جتنی چاہے کرلو دو کرو تین کرو چار کرو کیونکہ حقیقت مین اوس سے کوئی اجازت کسی عدد خاص کی دینی منظور ہی نہین ہے۔

ص۔ مصنف رسالہ کے عنوان بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے اس استدلال کی بنا عدل کے ناممکن التعمیل ہونے پر رکھی ہے۔ اور اونکی تقریر کا ماحصل یہہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم عدل کرسکتے تو دو دو تین تین چار چار کرسکتے تہے لیکن جب عدل کر ہی نہین سکتے ہو تو ایک سے زیادہ نہین کرسکتے ہو۔ اس صورت مین ہماری اوپر کی تقریر سے جو نفی استطاعت عدل کے بارہ مین ہے اس استدلال کا جواب ہوگیا۔ اسلیئے کہ جب معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہہ نہین کہا ہے کہ تم عدل نہین کرسکتے ہو۔ تو اس استدلال سے ہمارا مدعا یعنی تعدد ازدواج چار تک تو بطریق اولیٰ ثابت ہے اور منکرین تعدد کا قول کسی عدد کی عدم تخصیص کا اس تقدیر پر ہمارے مدعا کا قادح نہین ہے۔

لیکن چونکہ یہہ تقریر ایسی ہے کہ بہت سے لوگون کو دہوکہ مین ڈال سکتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ تحقیقی جواب

دیا جائے۔ اور حقیقت نفس الامری ظاہر کر دیجائے کہ آیا فی الواقع آیت نکاح مین اس احتمال کی کہ "مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" سے تعیین عدد مراد نہین ہے گنجائش ہی ہے یا نہین۔ اسلیئے ہم اس مقام پر ذرا تفصیل کے ساتھ گفتگو کرینگے اور چند مقدمات بدیہیہ اور مسلمہ بیان کر کے اصل مدعا کی تقریر کرنا چاہتے ہین۔

(مقدمہ اولے) کلام مجید خدا کا کلام ہے جو حکیم و خبیر ہے اوسمین اقلاً وہ سب خوبیان ہونی چاہئین جو ایک عاقل ذی فہم زبان پر پوری قدرت اور اپنے خیالات پر کامل اختیار رکھنے والے کی کلام مین ہوتی ہین جسکا ہر جملہ اور ہر لفظ سوچا سمجھا ہوا۔ اور ہر اسلوب بیان مقتضائے مقام کے مطابق ہوتا ہے۔

(مقدمہ ثانیہ) قرآن مجید اون تمام احکام کے اعتبار سے جو تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ سے تعلق رکھتے ہین کم سے کم ایک بالاترین حاکم (سُپریم گورنمنٹ) کے قانون کی حیثیت رکھتا ہے جسکا مقصود اُس امر خاص کے متعلق جسکے بارہ مین کوئی قانون نافذ کیا جائے بہاں امکن موجودہ برائیون کی اصلاح اور آیندہ قباحتون کا سد باب ہوا کرتا ہے۔

(مقدمہ ثالثہ) ہر کلام کا خواہ وہ خدا تعالےٰ کا ہو اور خواہ کسی عاقل و ذی فہم انسان کا صحیح مطلب سمجھنے اور بیان کرنیکے لئے ضرور ہے کہ اوسکو سیاق و سباق یعنی قراین سابقہ و لاحقہ کا لحاظ رکھا جائے۔ مثلاً اگر جملہ بسیطہ ہو تو مسند و مسندالیہ اور الفاظ کے تقدم و تاخر اور قیود کا لحاظ رکھا جائے۔ اور اگر جملہ مرکبہ ہو تو علاوہ امور مذکورہ بالا کے شرط و جزا و جملہ معترضہ وغیرہ سب کو مد نظر رکھا جائے و علےٰ ہذا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ "وَاِنْ خِفْتُمْ سے لیکر تَعُوْلُوْا تک یعنے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا" ایک پورا کلام مربوط ہے جسکو قانون خداوندی کی ایک پوری "دفعہ" کہہ سکتے ہین اسمین خداوند تعالےٰ نے تدبیر منزل یعنی معاشرت و تعلقات خانگی کی دو برائیون کو (جنمین سے ایک تہوڑے سے لوگون مین پائی جاتی تہی اور دوسری عام تہی) دفع کرنیکے لئے ایک قانون بنایا ہے۔

پہلی برائی یہہ تہی کہ بعض لوگ ذی ثروت یتیمون کے ولی بنکر مال کی طمع سے اونکو اپنی زوجیت مین داخل کر لیتے اور اونکا مال و متاع ہضم کر جاتے اور اونکے حق مین بڑی بے انصافی کرتے تہے۔ اور دوسری یہہ کہ بیبیون کے تعداد کی کوئی بہی حد نہ تہی جس سے جس قدر بن آتی تہی کر لیتا تہا۔ اب دیکہنا چاہیئے کہ یہہ قانون کن لفظون مین اور کس طرز و اسلوب سے بیان ہوا ہے۔ اسکا پہلا جملہ یہہ ہے کہ "اگر تمکو اندیشہ

ہو کہ یتیمون کے حق مین انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتون (جو تمکو اچھی معلوم یا حلال ہون) دو دو تین
تین چار چار سے نکاح کر لیا کرو" اس پورے جملہ شرطیہ کا جزو اول یعنی شرط یہہ ہے کہ "اگر تمکو اندیشہ
ہو کہ یتیمون کے حق مین انصاف نکر سکو گے" اور اوسکی جزائے متبادر جو ہر متوسط العقل آدمی کے ذہن مین
آسکتی ہے یہہ تہی کہ اون سے نکاح نکرو اور "فلا تنکحوھن" پر جملہ شرطیہ ختم ہو جاتا تہا۔ پس اگر خدا کا مقصود
صرف اسیقدر ہوتا کہ یتیمون کے ساتہہ نا انصافی کے اندیشہ کی صورت مین اونسے نکاح نہ کیا جاوے
تو اعداد کا بیان تو درکنار یہہ کہنے کی بہی ضرورت نہین باقی رہتی ہے کہ اونکے سوا تم دوسری عورتون
سے نکاح کر لو۔ کیونکہ زنا کی ممانعت اور اوسکی سزا تو دوسری آیتون مین مذکور ہی ہے لیکن اللہ تعالے
نے ایسا نہین کیا اور اس امتناعی جزا کو حذف اور دلالت التزامی کے حوالہ کر کے ایک دوسرا امر اوسکی جگہہ
مین جوڑ رکہا تو آخر اس غیر معمولی و خلاف ظاہر طرز بیان اختیار کرنے کی مقدمہ اولی کے رو سے کوئی معقول
وجہ ہونی ضرور ہے اور وہ یہہ ہے کہ جب یتیمون سے نکاح نا انصافی کی صورت مین منع ہو گیا تو اس ممانعت
سے ایک دوسری برائی (جو اس سے زیادہ تر شایع و ذایع و قبیح اور بہت بڑے گروہ مین پائی جاتی تہی)
یعنے تعدد ازدواج کے اور بہی بڑہجانے کا واقعی اندیشہ ہوا۔ کیونکہ جن لوگون نے ازدواج کو یتیمون
اور نیز دوسری عورتون کا مال کہانے کا ذریعہ قرار دے رکہا تہا وہ بہی اس رخنہ کے اس جانب سے بند
ہو جانے پر تعدد ازدواج ہی کی طرف رخ کرتے۔ اور اس قبیح رسم مین اس قانون کی وجہ سے اور اضافہ
ہو جاتا اور قانون ایسا نہین ہونا چاہیئے کہ جو برائی کہ تہوڑے لوگون مین پائی جائے اوسکا انسداد ایسے
طور پر کرے کہ دوسری برائی جو زیادہ تر قبیح اور عام ہو ترقی کر جائے۔ اس سبب سے اللہ تعالے نے اس
دروازہ کو بہی اس حد تک کہ اوسکے نزدیک قرین مصلحت معلوم ہوا بند کر دیا۔ اور فرمایا کہ چار سے زیادہ
نکاح بہی کوئی نہ کیا کرے۔ یعنی اس جملہ سے مقصود بالذات بقرینہ جملہ سابقہ شرطیہ تعدد نکاح کی تقیید و
تحدید ہے اسلئے کہ نفس نکاح کی تشریع تو دوسری آیتون مین وضاحت کے ساتہہ موجود ہی ہے اور
نکاح یتامی کی ممانعت سے اوسکے باطل ہو جانے کا وہم بہی نہین ہوتا تہا۔ ادنی معمولی عقل و فہم کا آدمی بہی
نہین کہہ سکتا ہے کہ کسی متقنن کے لب کہولنے کی بہی اس بارہ مین کوئی ضرورت تہی۔ دیکہو یہی وجہ ہے
کہ خدائے عز وجل نے "من النساء" کے بعد "واحدۃ" نہین فرمایا بلکہ دو سے چلکر چار پر ختم
کر دیا۔ پس تہوڑا غور کرنے سے روز روشن کیطرح صاف ہو جاتا ہے کہ یہہ اعداد مقصود بالذات ہین اگر اس عبارت سے

اظہار عدم تقیید منظور ہوتا تو فانکحوا ما تشاؤا (یعنی جتنی سے چاہو نکاح کرلو) اور امثال ذالک پر مختصر لفظون مین کلام ختم کر دیا جاتا۔ یا اگر عرف عام کے ہی موافق لکہنا تہا تو اُحاد یعنی ایک ایک ہی اوسمین ملالیا جاتا تاکہ ٹہیک عرف عام کے مطابق ہوجاتا یہہ ہے تو میری توجیہہ ہے۔ اور مصنّف رسالہ کی تاویل سے قطع نظر اسکے کہ خداوند تعالی اسکے کلام پر بے موقع اور بے ضرورت عامی محاورہ کی خاطر ضرورت سے زیادہ طول اور حشو و زائد سے مملو ہونیکا (جس سے بچنے کے لئے خود اسی آیت مین اصل جملہ جزائیہ حذف کر دیا گیا) عیب لگتا ہے سخت اعتراض یہہ ہوتا ہے کہ ایک چہوٹی سی برائی تو دفع کرتا ہے اور اوہین ناسمضون کو زیادہ تر قبیح و شنیع رسم کے بارہ مین نہ صرف مطلق العنان و شتر بے مہار چہوڑ دیتا ہے بلکہ دوامی سند عطا کرتا ہے ؎ گر تو قرآن بدین نمط خوانی * ببری رونق مسلمانی *
یہہ تو سیاق یعنی قرینہ سابقہ پر نظر کرنیسے معلوم ہوا۔ اب سیاق یعنی قرینۂ لاحقہ کو دیکہو جب اللہ تعالے نے اِس جانب سے بہی ناسمضون کی راہ تنگ کردی تو ایک تیسری برائی کا احتمال پیدا ہوا اور وہ یہہ کہ ایسا نہو کہ یہہ لوگ اس محدود اختیار کے اندر ہی (جسکا قایم رکہنا مصلحت خداوندی مین ضروری معلوم ہوا۔) بے اعتدالیان کرین اور مال کی طمع حسن کی فریبی اور حرص کی کوتاہ بینی سے بے سوچے سمجہے چار تک کرلیا کرین۔ اور عورتون کی صعوبت عسرت تلخی زندگانی۔ شدائد جسمانی اور تکالیف روحانی کے باعث ہون۔ اِس لئے خداوند جل و علا نے فرمادیا کہ یہہ نہ سمجہو کہ اِس اجازت سے تمپر کوئی ذمہ واری عائد نہین ہوتی۔ اور یہہ قید لگادی کہ (فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ الآیہ) اگر تمکو یہہ اندیشہ ہو کہ اپنی متعدد بیبیون کے آپس مین مساوات کا برتاؤ نہ کرسکوگے تو بس ایک ہی پر اکتفا کرو۔ اس "فواحدۃ" یعنی ایک ہی کے لفظ پر بہ تقابل "مثنی وثلث وربٰع" کے خیال کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو اعداد فان خفتم کے قبل مذکور ہین اون سے تقلیل تعیین و حصر مقصود ہے نہ اظہار کثرت و تعداد مبہم و غیر محصور۔ یہہ خاص عنوان بیان یعنی پہلے یہہ کہنا کہ دو دو تین تین چار چار کرو۔ اور اگر عدم مساوات کا اندیشہ ہو تو بس ایک ہی اسی لئے اختیار کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اندیشہ تکثیر و عدم تعیین بہول سے بہی گذرنے نہ پائے۔

پانچوین دلیل کی تردید

ج- اصول فقہ و اصول تفسیر کے بموجب اس آیت پر ایک اور قابل غور بحث پیش آتی ہے جسکی طرف شاید اب تک پوری

توجہ نہین کی گئی۔

ص۔ اِس تمہید سے لوگ یہہ خیال نہ کرین کہ اس تمہید کے بعد مصنف رسالہ نے جو بحث لکہی ہے وہ اصول فقہ و اصول تفسیر پر مبنی ہے حاشا و کلا۔ بلکہ ان سے اغماض و تجاہل پر۔ لیکن چونکہ مصنف رسالہ نے اصول فقہ و اصول تفسیر کے اوس مسئلہ کو نہین لکہا اور نہ اوسپر کوئی جرح و قدح کیا۔ اور میرے نزدیک اوسکو اس آیت نکاح مین سے سرو کوئی دخل ہی نہین ہے۔ اسلئے مجہے کوئی ضرورت اسکی ذکر تائید کی نہین ہے

ج۔ ہماری رائے مین اس آیت سے مطلق نکاح کی نسبت کوئی حکم نکالنا ہی سخت غلطی ہے۔ بلکہ اس آیت سے صرف ایک خاص صورت کے نکاح کا حکم نکلتا ہے۔ عرب کے لوگون مین ایک نہائیت مذموم اور بیرحمی کی رسم زمانہ جاہلیت مین جاری تہی کہ وہ یتیم و لاوارث لڑکیون کو پال لیتے تہے اور جب وہ بڑی ہو جاتی تہین تب اونسے نکاح کر لیتے تہے۔ چونکہ اونکا کوئی والی وارث نہ ہوتا تہا اس لئے وہ اُن یتیمون کا مال ہضم کر جاتے تہے اور اون لاوارثون سے نکاح کرنے کی اصلی غرض اُنکا مال ہضم کرنا ہوتا تہا۔ اس آیت مین خدا تعالے نے ان یتیم بیکس لڑکیون پر ظلم کرنا منع فرمایا اور کہا کہ اونکے حق مین انصاف کرو۔ اور پہر یہہ فرمایا کہ اگر تمکو اپنی قوت انصاف پر بہروسہ نہ ہو اور یہہ اندیشہ ہو کہ ایسی بیکس یتیمون سے نکاح ہوگا تو ضرور ہم سے بے انصافی سرزد ہوگی تو ہرگز ایسی لڑکیون کو نکاح مین مت لاؤ۔ بلکہ اور عورتون سے جن کے والی وارث موجود ہون جو تم سے اُنکے سلوک کی نسبت باز پرس کر سکین نکاح کر لو۔ لیکن اونکے ہمراہ ہی عدل کی شرط ہے کیونکہ وہ اصل اصول نکاح ہے اگر تم عدل کر سکتے ہو تو چار تک نکاح کر لو۔ اگر عدل نہین کر سکتے ہو صرف ایک نکاح کرو۔

ص۔ جو کچہہ مصنف رسالہ نے یتیم لڑکیون کے بارہ مین لکہا ہی وہ حدیث مین مذکور او تفسیرون مین منقول ہے۔ لیکن اسکے ساتہہ ہی جو دو حدیثین مینے پہلی دلیل کے ضمن مین نقل کی ہین اونسے اور دیگر احادیث سیر و تواریخ سب سے بطریق تواتر بلا اختلاف یہہ امر بہی مسلمات مین سے ہے کہ عرب مین بیبیون کی کوئی تعداد معین نہ تہی اور قریب قریب ہر شخص متعدد بیبیان کرتا تہا۔ اور بجز اوسکی اپنی مرضی کے اس تعدد کو کسی خاص حد پر منتہی کر دینے والی کوئی چیز نہ تہی۔ اور یہہ بہی یاد رکہنا چاہیئے کہ یتیمون کے بارہ مین جو بے اعتدالیان ظہور مین آتی تہین خود اونکی نوعیت کہے دیتی ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے اعتبار سے قلیل الوقوع تہین کہ ہر شخص کا تو کیا ذکر ہے۔ اکثر کا بہی اوسکا مرتکب ہونا ممکن نہ تہا اسلئے کہ ہر شخص کے پاس حیثیت ولی کے یتیم لڑکی کا ہونا کچہہ ضرور نہین ہے۔ اور پہر ایسی یتیم لڑکی کا صاحب دولت و ثروت ہونا۔ بخلاف تعدد ازدواج

کے کہ اسکی کوئی روک نہ تہی اور ہر شخص اسکا مرتکب ہو سکتا تہا۔ الا ماشاء اللہ۔

مذکورۂ بالا امور کو ذہن مین محفوظ رکہکر آیت فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتٰمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع پر غائر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ چار تک بیبیان کرنیکا حکم سب مسلمانونکے لئے عام ہے خاص نہین۔ اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے جملہ مومنین کو مخاطب کرکے (کیونکہ فان خفتم کے خطاب مین کسی کی تخصیص نہین ہے۔ اور الذین یخافون الجور فی الیتٰمیٰ یا الخائفون وامثال ذالک نہین ہے) فرماتا ہے جیساکہ خود مصنف رسالہ نے لکہا ہے کہ "اگر یہہ اندیشہ ہو کہ ایسی بیکس یتیمون سے نکاح ہوگا تو ضرور تم سے ناانصافی سرزد ہوگی تو ہرگز ایسی لڑکیون کو نکاح مین مت لاؤ"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یتیمون کے حق مین ناانصافی کرنیکے اندیشہ کا علاج یہہ بتایا گیا کہ ایسی حالت[۱] مین اون سے نکاح نکیا جاوے جو بقرینۂ سابقہ ولاحقہ محذوف اور ہر شخص کی سمجہہ مین آتا ہے۔ اور جہانتک کہ یتیمون سے تعلق ہے ارشاد خداوندی اسی پر ختم ہوجاتا ہے لیکن اسکے ساتہہ ہی جناب باریتعالیٰ کا جو یہہ ارشاد ہوا کہ "بلکہ اور عورتون سے اگر تم عدل کرسکتے ہو چار تک نکاح کرلو۔ اگر عدل نہین کرسکتے تو صرف ایک نکاح کرو" ظاہر ہے کہ ایک جداگانہ حکم ہے جسمین یتیمون کے حق مین ناانصافی کو کچہہ دخل نہین ہے اور اسلئے کل مسلمانون سے متعلق ہے کسی فرقہ کی تخصیص نہین۔

اسکو ذری وسعت تفصیل کے ساتہہ اس طرح سمجہنا چاہیئے کہ اُس جملہ شرطیہ کی جس سے یہہ آیت شروع ہوئی ہے یعنی فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتٰمیٰ (اگر تمکو اندیشہ ہو کہ یتیمون کے حق مین انصاف نکرسکوگے) جزا یہہ ہے کہ "ہرگز ایسی لڑکیون کو نکاح مین مت لاؤ"۔ پس اگر شرط کو علت۔ سبب۔ یا موقوف علیہ کہا جاوے

[۱] واضح رہے کہ اس مقام پر ہمنے جو چوتہی دلیل کے تحت مین جیسے مصنف رسالہ کی تسلیم کی ہوئی شان نزول کے مطابق تقریر کی ہے۔ ورنہ اس آیت کے شان نزول مین تین توجیہین اور بہی ہین جن مین سے سب سے زیادہ چسپان وہ ہے جو عکرمہ کی روایت مین حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ اور وہ یہہ ہے کہ قریش کے بعض آدمی دس بیبیان یا اُس سے بہی زیادہ زیادہ کرتے اور اخراجات کی بہرمار سے جب نادار ہوجاتے تہے تو جن لاوارث بچون کے وہ ولی ہوتے تہے اونکے مال پر ہاتہہ صاف کرلیتے تہے۔ اس لئیے یہہ حکم نازل ہوا کہ چار سے زیادہ نکاح نہ کیا کرو تاکہ یتیمون کا مال لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس تقدیر پر فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتٰمیٰ کی جزا فلا تکثروا النکاح ہے اور بعد کی تقریر و توجیہہ اپنی حالت پر ہے۔ ۱۲ منہ

تو اوسکا معلول سبب یا موقوف یہہ جزا ہے نہ کوئی اور۔ اسلئے یہامر یقینی ہے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع (پس اور عورتون سے نکاح کرلو) اوس شرط کی جزا نہین ہے بلکہ بداہتہً اس شرط کی کہ اگر تم نکاح کرنا چاہو۔ یا اگر تمکو نکاح کی ضرورت ہو وغیرہ وغیرہ جسکی طرف ہر متوسط سمجھہ کے آدمی کا ذہن فورًا منتقل ہو جاتا ہے اور جب اسکی یہہ شرط ٹہیری تو جزا (یعنی چار عورتون تک کے نکاح کا پایا جانا بہی اوسی پر مترتب ہوگا۔ اور اسکا پایا جانا مسلمانون کے کسی فرقہ۔ طبقہ۔ یا گروہ کے ساتہہ مخصوص نہین ہے اس سبب سے تعدد ازواج کا حکم بہی کسی فرقہ کے ساتہہ مخصوص نہوا بلکہ علی الاطلاق ہر طبقۂ مسلمانان سے جو نکاح کرنا چاہے یا جسکو نکاح کی ضرورت ہو بشرط عدل متعلق ہوا۔

شرط	جزاء
(۱) فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی	(۱) فلا تنکحوھن ۔یا۔ فلا تکثروا النکاح۔ محذوف
(۲) فان شئتم ان تنکحوا (وامثال ذلک) محذوف	(۲) فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلث وربٰع۔

اگرچہ ہم خیال کرتے ہین کہ ہم نے اپنے مطلب کو کافی وضاحت کے ساتہہ بیان کیا ہے تاہم اس خیال سے کہ مضمون مندرجہ بالا اچہی طرح سے ذہن نشین ہو جائے ہم ایک اور مثال دیتے ہین۔ فرض کرو کہ کسی ضلع کی اراضی کاشت کی حالت ابتر ہو اور وہان کے باشندے زراعت پیشہ ہون۔ اور اراضی کاشت دو قسم کی ہو ایک تو وہ جسکا سرکار کے سوا کوئی والی وارث نہ ہو۔ اور دوسری وہ جسکے دیکہنے والے علاوہ سرکار کے درمیانی حقدار زمیندار لوگ بہی ہون۔ قسم ثانی کی مقدار بہ اعتبار اول کے بہت زیادہ ہو۔ اور حاکم ضلع کو معلوم ہو کہ یہہ ابتری دو وجہون سے ہے۔ ایک تو اس سے کہ لاوارث اراضی کے کاشتکار اس خیال سے کہ اونپر کسی درمیانی شخص کا دباؤ نہین ہے بلکہ وہی اونکے منفصلے مالک اور واقعی قابض سمجہے جاتے ہین اونکی نسبت انواع و اقسام کی بے عنوانیان عمل مین لاتے ہین۔ اور دوسری قسم کی چونکہ کوئی مقدار کاشت کے لئے معین نہین ہے جس قدر جسکے جی مین آتا ہے جوت لیتا ہے اس لئے اونکا بہی پورا حق ادا نہین کرتے اور جیسی عمدہ اور سرسبز حالت مین اون زمینون کو ہونا چاہئے تہا پائی نہین جاتی ہین۔ اس بنا پر اوس ضلع کا اعلے افسر مالگزاری ان لفظون مین حکم جاری کرے کہ " اگر تمکو اندیشہ ہو کہ قسم اول کی اراضی کا حق ادا نہ کرسکوگے تو تم اونکو ہرگز نہ جوتنا کہ۔ اور دوسری قسم کی اراضی چار ہی بیگہ تک جوتو اور اگر اونکا بہی حق تم سے پورا نہ ادا ہوسکے

تو بس ایک بیگہ سے زیادہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے مخاطب عام کاشتکار ہین جو سرکاری مطیع
ہین عام اس سے کہ اونکے پاس قسم اول یا دوم کی کوئی اراضی ہو یا سکے سوا کسی قسم کی اراضی ہی نہ ہو۔ پس
اس سے کوئی بلید الذہن اور خفیف العقل بھی یہہ نہ سمجھیگا کہ اس حکم کا دوسرا حصہ یعنی ۱/۲ بیگہ تک کاشت کرنیکا
صرف اونہین لوگون سے تعلق ہے جنکو لاوارث اراضی کی کاشت سے بصورت اندیشہ ابتری منع کیا گیا
کیونکہ اونکے بارہ مین جو حکم ہے وہ تو ممانعت پر ختم ہو جاتا ہے اور اوسکے بعد سے مقدار اراضی کو محدود کر دینے
کا حکم سب لوگون کے لئے جو کاشت کرنا چاہین عام ہے۔ اسلئے کہ اراضی لاوارث سے ڈرنے کی صورت
مین کسی کو کاشت کرنا ہی لازم و ضروری نہیں ہے چہ جائیکہ وہ مقدار معین۔

ح۔ اب اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت سے عام نکاح کے متعلق کوئی حکم دینا مقصود شارع
نہ تھا بلکہ جو لوگ لاوارث لڑکیون پر ظلم کرتے تھے صرف انکے نکاح کے باب مین یہہ آیت وارد ہوئی ہے۔

ص۔ ہماری تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اس آیت سے عام ہی نکاح کے متعلق حکم دینا شارع کا مقصود تھا
اور اسکے مقابلہ مین آپکا یہہ کہنا کہ "جو لوگ لاوارث لڑکیون پر ظلم کرتے تھے صرف انکے نکاح کے بارہ مین
یہہ آیت وارد ہوئی ہے" غلط بر غلط ہے۔ خود آیت زیر بحث کا پہلا جملہ اسکی تکذیب کر رہا ہے
اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ "اگر ناانصافی کا اندیشہ ہو" یعنی پہلا جملہ لاوارث لڑکیون پر ظلم کرنے کا اندیشہ کرنے
والون کے بارہ مین ہے نہ کہ اونکے بارہ مین جو واقع مین ظلم کرتے تھے۔ صرف خوف و اندیشہ کو سرے سے
یتیم کا موجود رہنا ہی لازم نہیں ہے چہ جائیکہ اسپر ظلم کرنا۔ قرآن کے الفاظ زیادہ عام اور زیادہ وسیع
ہین۔ یہہ بھی دہوکہ کی تقریر اور قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ +

ح۔ پس اگر اس زمانہ مین بھی اس قسم کے لوگ ہون کہ انکے اختیار مین یتیم لڑکیان ہون اور اونسے
نکاح کرنے مین یہہ اندیشہ ہو کہ انصاف قایم نہیں رہ سکیگا تو آیت کے روسے انکو جایز ہے کہ وہ بشرط عدل
ایک سے زیادہ نکاح کر لین۔ الا اگر یہہ صورت نہیں ہے تو عام نکاح کی نسبت کہ آیا ایسی حالت مین بھی
ایک سے زیادہ نکاح جایز ہے یا نہیں قرآن مجید ساکت ہے۔ اور غالباً اس امر کا تصفیہ حالت تمدنی و تہذیب
زمانہ و سہولت فریقین پر چھوڑا گیا ہے۔ پس اس حکم قرآنی سے کسی طرح تعدد ازدواج کا جواز بالعموم
ثابت نہیں ہوتا۔ +

ص۔ مصنف رسالہ کی ساری تقریر کا خلاصہ یہہ ہے کہ چونکہ مورد خاص ہے اسلئے اسکا حکم عام

نہین ہوسکتا جسکا اصلی اور تحقیقی جواب تو وہی ہے جو مین نے خود آیت کے الفاظ دمعنی ومحوا
بنا دیا کہ مورد بھی عام اور حکم بھی عام ہے۔ اب مین بطریق تنزل کہتا ہون کہ اس استدلال سے تو
ہمارا ہی مدعا ثابت ہے نہ مصنف رسالہ کا اس لئے کہ جب قرآن مجید نے بقول اونکے کوئی حکم عام
نکاح کی نسبت نہین دیا اور مسلمات تاریخی مین سے ہے کہ وہ حالت عدد ازدواج کی عدم تقیید کی تہی
اس سب سے نتیجہ یہہ نکلا کہ یتیم لڑکیون کے ستانیوالے تو صرف چار تک کرین اور نہ ستانیوالے جس قدر
چاہین یعنی چار تک مین تو دونون شریک ہین پہر یہہ کہنا کہ "پس اس حکم قرآنی سے کسی طرح تعدد
ازدواج کا جواز بالعموم ثابت نہین ہوتا۔ سراسر غلط ہے۔ اور یہہ کہنا کہ "غالباً اس امر کا تصفیہ حالت
تمدنی وتہذیب زمانہ وسہولت فریقین پر چہوڑا گیا ہے" طرفہ تر تماشا ہے "سہولت فریقین
پر چہوڑا گیا ہے" اسکے معنے عام تعدد ازدواج کی بحث کے متعلق ہماری سمجہہ مین مطلق نہ آئے۔
باقی رہا یہہ خیال کہ "اس امر کا تصفیہ حالت تمدنی وتہذیب زمانہ پر چہوڑا گیا ہے" یہہ مسلمانون کا عقیدہ
نہین ہے۔ بلکہ مسلمان اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے مطابق یہہ ایمان
وعقیدہ رکہتے ہین کہ شریعت مکمل ہوچکی ہے اور ہرگز ہرگز وہ ملاحدہ یوروپ کی ریس اور تقلید کی محتاج
نہین ہے۔ هذا اٰخر ما اردنا ایرادہ۔ ربنا اختم لنا بالخیر۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد
للہ رب العالمین۔

نہین ہوسکتا جسکا اصلی اور تحقیقی جواب تو وہی ہے جو مین نے خود آیت کے الفاظ و معنیٰ و محوا سے بنا دیا کہ مورد بھی عام اور حکم بھی عام ہے۔ اب مین بطریق تنزل کہتا ہون کہ اس استدلال سے تو ہمارا ہی مدعا ثابت ہے نہ مصنف رسالہ کا۔ اس لئے کہ جب قرآن مجید نے بقول اونکے کوئی حکم عام نکاح کی نسبت نہین دیا اور مسلمات تاریخی مین سے ہے کہ وہ حالت عدد ازدواج کی عدم تقیید کی تھی اس سب سے نتیجہ یہہ نکلا کہ یتیم لڑکیون کے ستانیوالے تو صرف چار تک کرین اور نہ ستانیوالے جس قدر چاہین یعنی چار تک مین تو دونون شریک ہین پھر یہہ کہنا کہ "پس اس حکم قرآنی سے کسی طرح تعدد ازدواج کا جواز بالعموم ثابت نہین ہوتا۔ سراسر غلط ہے۔ اور یہہ کہنا کہ "غالباً اس امر کا تصفیہ حالت تمدنی و تہذیب زمانہ و سہولت فریقین پر چھوڑا گیا ہے" طرفہ تر تماشا ہے "سہولت فریقین پر چھوڑا گیا ہے" اسکے معنے عام تعدد ازدواج کی بحث کے متعلق ہماری سمجھ مین مطلق نہ آئے۔ باقی رہا یہہ خیال کہ "اس امر کا تصفیہ حالت تمدنی و تہذیب زمانہ پر چھوڑا گیا ہے" یہہ مسلمانون کا عقیدہ نہین ہے۔ بلکہ مسلمان اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے مطابق یہہ ایمان و عقیدہ رکھتے ہین کہ شریعت کمل ہو چکی ہے اور ہرگز ہرگز وہ ملاحدہ یوروپ کی ریس اور تقلید کی محتاج نہین ہے۔ ھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ۔ ربنا اختم لنا بالخیر۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

[illegible] آزادی سے بحث کرنے والا [illegible]

اخبار وکیل

یہہ اخبار ہفتہ وار مطبع روزبازار امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔ اسکے پرزور آرٹیکلوں نے ملک کے نامی گرامی قدردانوں اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ دنیا [illegible] کی ضروری اور دلچسپ خبروں کے نہایت ہی جلد اور سب سے پہلے بہم پہنچانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسلامی دنیا کے حالات معلوم کرنیکے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اسکی طرز تحریر آزادی سچی ہمدردی۔ اعلےٰ درجہ کے لٹریچر نے ثابت کردیا ہے کہ یہی ایک اخبار ہے جسکو اخباری دنیا میں لاثانی ہونیکا دعوےٰ ہے۔

اسکی اشاعت کے مقاصد یہ ہیں:- جو امور ملک اور قوم کی تمدنی سوشل او[illegible] حالت کی اصلاح کے واسطے مفید ہوں انکو اہل ملک کی خدمت میں پیش کرے۔ اور حاکم و محکوم کے ان تعلقات کو بیان کرے جو رعایا کی جان نثاری اور حکام کی رعایا پروری کے اصل الاصول ہیں اسکی ضمن میں رعایا کی واجب مطالبات اور جائز حقوق گورنمنٹ کے حضور میں عرض کرے۔ اور گورنمنٹ کی حکمت عملی جو انتظام ملک کے متعلق ہو اس سے رعایا کو آگاہ کرے اور جو غلط فہمیاں کسی فریق کیطرف سے عمل میں آئیں انکا اظہار متانت شائستگی اور آزادی کیساتھ ایسا طریق عمل اختیار کرے جو بدظنیوں کے دفعیہ اور استحکام سلطنت کا باعث ہو علاوہ بریں جیسا کہ موقعہ ہو مسلمانوں کی درماندہ قوم کی علمی حالت کی ترقی کیواسطے وقتاً فوقتاً اپنے کالموں کو نذر کرے۔ اور بالخصوص اسکا فرض اہم ہوگا کہ ہندو مسلمانوں میں [illegible] اتفاق قائم کرنے اور آئے دن کی باہمی نزاع سے جو نقصان ایک دوسرے کو پہونچتے ہیں انکو دور کرنیکی کوشش کرے

قیمت پیشگی معہ محصولڈاک ... سالانہ ... ششماہی
عام خریداروں سے ... [illegible] ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] ... [illegible]
[illegible] ... [illegible]
بغیر قیمت وصول ہوئے کسی صاحب کے نام جاری نہیں ہوسکتا

الراقم
منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع
روزبازار [illegible] امرتسر